پروفیسر احمد رفیق اختر صاحب کا ایک لیکچر

جنہیں عالم اسلام کا عظیم سکالر اور صوفی تسلیم کیا جاتا ہے

مستقبل قرآن وحدیث کی روشنی میں

یہ موضوع کسی قسم کی پیشین گوئی پر مشتمل نہیں ہے، نہ کسی طریقے سے کسی مسلم یا غیر مسلم ماہر فلکیات یا کسی سایکک کے وجود سے مشابہ ہے۔ اس سے یہ تعلق نہیں رکھتا، بلکہ اس عنوان سے جو مطالعہ اور تاریخ عالم کا میرے پیش نظر رہا، جس طرح انسانوں اور ان کی تہذیبوں نے عروج پایا، جس طرح انسانوں نے اپنے آپ کو معاشروں میں ڈھالا اور ڈھالنے کے بعد بڑی بڑی حکومتیں قائم کیں۔ پھر ان حکومتوں کو زوال ہوا۔ اس طرح انسانی تاریخ ہمیں از خود ایک ایسا جائزہ عطا کرتی ہے کہ بڑے سے بڑے جاہ وجلال کے مالک دارا وسکندر یہ تہہ زمین میں نہ صرف ہمیں نشان عبرت کی طرح ملتے ہیں، بلکہ ان کی تہذیبیں آج ہمارے لیے ایک کلاسیکل نمونہ بن جاتی ہیں۔ اس سے ہم بڑی آسانی سے اپنے نتائج مرتب کر لیتے ہیں۔

تاریخ دنیا میں کوئی بڑا یا چھوٹا نہیں۔ جب سے حیات انسانی نے ترقی شروع کی، حالات وواقعات کبھی کیلئے نہیں ہوتے۔ قرآن حکیم میں پروردگار عالم نے فرمایا، وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم (پ ۷، س الانعام، آیت ۳۸) کہ زمین پر ایسی کوئی حیات نہیں ہے، نہ فضاؤں میں ایسا کوئی پرندہ اڑتا ہے، جو تمہاری طرح امتیں نہیں ہیں۔ ہمارے خیالات اور واقعات بھی امتوں کی طرح ہیں۔ کوئی خیال خیال سے اور کوئی واقعہ اپنی میراث سے جدا نہیں ہوتا۔ خیال و واقعات بھی اسی طرح خاندان، نسل اور انداز رکھتے ہیں۔ ان کے بھی ماں باپ ہیں۔ اولادیں اور نسلیں ہیں۔

تھوڑی سی توجہ اور تاریخ کے طویل مطالعہ سے آج کا کوئی بھی واقعہ حیران کن نظر نہیں آ ئے گا۔ کیونکہ اسی کی نسل کے کئی بزرگ واقعے بہت پہلے بھی ہو چکے ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہیں کہ ہم پورے کے پورے خیالات کے سیٹ کو خیر کا نام دیتے ہیں اور دوسرے خیالات کے سیٹ کو شر کا نام دیتے ہیں۔ ہم نے ایک عام سی بنیادی تقسیم یہ کی ہے کہ بجائے تفصیلات میں جانے کے عموماً اسے مقابلہ خیر وشر قرار دیتے ہیں۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ خیر کی قوتیں، واقعات اور معاملات ایسے تھے، جنہوں نے دنیا کو آگے بڑھاتے ہوئے ہمیں اس منزل فکر اور تمدن تک پہنچایا ہے اور شر وہ تمام واقعات ہیں، جو انسانوں کے اس تمدن اور تہذیب کو ناقص کرتے ہیں اور جو بالآخر انسانوں کی ترقی اور اس کی خدا تک رسائی کے لیے خطرے کا سبب بنتے ہیں۔

انسان کی سب سے پہلی مہذب Agena سوسائٹی تھی۔ Greek سوسائٹی تھی۔ Create اور Athens میں یہ دونوں سوسائٹیاں پلیں اور انہوں نے عروج پایا۔ مگر ان کی عمر زیادہ نہیں رہی۔ اس کے بعد بھی آنے والی سوسائٹیوں میں Samarians ,Fonations کلدانین، Medians، اخامنشی اور ساسانی ہیں۔ ان تمام خاندانوں کی زیادہ سے زیادہ مدت حیات سے لے کر تین سو برس تک ملتی ہے۔ بڑی مشکل سے کوئی سوسائٹی اس عرصے سے آگے چلتی دکھائی دی ہے۔

مگر جب سوسائٹیوں کو آپ بغور دیکھیں، تو ان کی تباہی کی دو بنیادی وجوہ تھیں۔ ایک داخلی اور دوسری خارجی۔ داخلی وجوہ سے مراد یہ ہے کہ جب بھی کوئی معاشرہ اپنے اندر استحکام اور بنیادی ذریعہ زندگی نہیں رکھتا، تو تمام تر جو ہماری پرانی سوسائٹیاں گزری ہیں، وہ حیرت کی حد تک زیادہ تر آگ سے تباہ ہوئی ہیں یا پھر بیرونی جارحیت کے گھاٹ اتری ہیں۔ بیرونی حملوں کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ کسی سوسائٹی کے اندر ان بلٹ سورسز نہیں تھے۔ تمام وہ انسانی سوسائٹیاں، جنہوں نے عظمت حاصل کرنا چاہی۔ خواہ وہ سکندر یونانی یا بخت نصر کے لوگ تھے، ان لوگوں نے اپنی سوسائٹیوں کو پھیلایا، تو ان کی وسعتیں، ان کے آگے بڑھتے ہوئے لشکر اور ان کے اخراجات حدود سے اتنے آگے نکل گئے کہ بالآخر ان کی پوری کی پوری سلطنتوں پر دباؤ پڑا اور اسی سال یا کوئی سوسائٹی تین سو برس سے آگے نہیں بڑھی۔ دور حاضر میں کمیونسٹ تہذیب کا آپ کو یہی نقشہ نظر آتا ہے کہ وہ اپنے اندر قائم نہیں رہ سکے۔ انہوں نے اپنے اندر اپنے ان بلٹ سورسز کو استعمال نہیں

کیا۔ جب انہوں نے توسیع اختیار کی، تو وہ ۷۰ سال بھی اپنی زندگی کو قائم نہ رکھ سکے۔

اس میں ایک استثنیٰ مذہبی معاشروں کی آ گئی۔ مذہب کی سوسائٹیاں زیادہ پائیدار نکلیں۔ پہلی سوسائٹیوں میں اگر چہ فلسفہ تھا۔ جیسے پہلی یونانی سوسائٹی علم، فلسفہ اور فکر و دانش کی امام سمجھی جاتی تھی اور آج بھی ارسطو اور افلاطون کے نام عقل و دانش کی معرفت کے بغیر نہیں لیے جاتے۔ مگر جب مذہب آیا، اخلاقی قوانین کو برتری حاصل ہوئی اور کانسٹنٹین کے زمانے سے لے کر آگے تک ایک ایسی مضبوط عیسائی سوسائٹی تشکیل پائی کہ جس میں بادشاہ تو بدلتے رہے، مگر طویل عرصے تک ان کی حکومتیں زمانے پر قائم رہیں۔

آزادیوں کے بل پاس ہوتے ہوئے بیچ میں ایک بہت بڑی رومن سوسائٹی آئی، جو بعد میں عیسائی سوسائٹی ہوگئی۔ مگر میں آپ کو اس کے اخلاقی ابتلا کا صرف ایک جملہ سنا دیتا ہوں۔ جب سب سے پہلے آزادیوں کے بل رومن سینٹ میں پیش کیے گئے، تو ان کے سب سے بڑے مفکر سسرو نے کہا کہ اے لوگو! میں تمہیں یہ خبر دیتا ہوں کہ تمہاری یہ عظیم رومن سوسائٹی پچاس برس میں تقسیم ہو جائے گی۔ وہ عجیب اس کی پیشین گوئی نکلی کہ پچاس برس میں رومن ایمپائر ایسٹرن ایمپائر اور ویسٹرن ایمپائر میں تقسیم ہوگئی۔ ان کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ اوپر تلے روم کے ساتھ بادشاہ ایسے تھے، جن کے ماں باپ ثابت نہیں تھے۔ یہ اخلاقی ابتلا عین اس وقت تھی، جب ایسٹرن ایمپائر اپنے عروج پر تھی۔ صحرائے عرب سے خوشبودار ہوا چلی۔ پیغمبرؐ نے اپنے علم حقانیت کو بلند کیا۔ خدا کی رحمت انسانوں کے حصے میں آئی اور ایک بہت بڑی مسلم سلطنت کا وجود قیام عمل میں آیا۔

مسلم سلطنت کی تمام ابتدائی جدوجہد اور تمام جنگیں دفاعی تھیں۔ کسی بھی مقام پر کوئی مسلمان جارح نہیں ہوا۔ بلکہ مدینے کے حصار توڑنے کے لیے مرتدین پر جب سیدنا صدیق اکبرؓ نے حملے شروع کیے اور اس کے بعد ہر موقع پر جب بھی جزیرہ نمائے عرب میں ان کو اپنی زندگی مسلسل خطرے میں نظر آئی، تو اس کے ساتھ ساتھ پھر دفاعی اقدامات آگے بڑھتے گئے۔ حتیٰ کہ تبوک کی جنگ میں یہ دفاعی اقدامات رومن سرحدوں پر پہنچ گئے۔ مگر بحیثیت ایک اصول کے اس وقت کی دو سب سے بڑی قوتیں یعنی روما اور ایران اپنے سامنے ان اعراب کو کیسے برداشت کر سکتی تھیں؛ جن کے بارے میں مغیرہ بن شعبہ کو رستم ایران نے کہا کہ تم وہ لوگ ہو، جو سوسمار (گوہ)

کھاتے تھے اور تم وہ لوگ ہو، جن کو دو وقت کا کھانا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ تم کو پیسے چاہئیں؟ دولت اور مال واسباب چاہیے، تو ہم سے لے لو اور ہمیں ہماری سلطنتوں کو تاراج کرنے کی ہمت نہ کرو۔ حضرت مغیرہؓ نے کہا، جیسے تم کہتے ہو، ہم ویسے ہی تھے۔ ہم ایسے ہی پست اور گئے گزرے تھے۔ مگر پھر اللہ نے ہم پر رحم فرمایا، ایک نبی مبعوث ہوئے۔ ہمیں خدا کا احترام آیا۔ انسان کی محبت، انصاف اور جرأت اخلاق آیا۔ پھر ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم تم لوگوں کو اپنے اوپر حکومت نہیں کرنے دیں گے۔

مسلمان اور عیسائی معاشرے کی جنگ اتنی شدید تر ہوتی گئی کہ بالآخر یرموک اور اجنادین کے معرکوں کے بعد مسلمانوں نے عیسائی پوری سوسائٹی کو اپنے عرب علاقے سے نکال باہر کیا۔ چنانچہ ایسٹرن ایمپائر کے سارے عیسائی کبھی بھی ان زرخیز علاقوں کی یاد نہیں بھولے۔ یروشلم، انطاکیہ اور حمص کو فراموش نہ کر سکے۔ ان کو ہمیشہ یہ یاد ستاتی رہی کہ ہم دوبارہ واپس پلٹیں اور اپنے ان علاقوں پر قبضہ کریں۔ اس کے لیے چرچ، ان کے پیٹر دی راہب جس کو کہتے ہیں، تاریخ میں اس کا نام مشہور ہے، نے ایک مسلسل کروسیڈ کو جاری رکھا اور مسلمانوں سے ان کے علاقے واپس لینے کی کوشش کی۔ حتیٰ کہ ۱۰۹۹ء میں انہوں نے یروشلم کو واپس لے لیا۔

اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے پروردگار عالم نے مسلمانوں میں صلاح الدین ایوبی جیسا بندہ پیدا کیا۔ اور باوجود ابتلاء اور نفاق کے دور کے، مسلمانوں نے صلاح الدین کی قیادت میں یروشلم کو نہ صرف واپس لیا، بلکہ اس کے تمام علاقوں سے عیسائی خانقاہیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔ یہ ایک موروثی کمپلیکس کی طرح مغربی سوسائٹی میں اب تک موجود ہے۔ اسی طرح جس طرح یہود کو آج بھی یثرب کی یاد آتی ہے، اس کے ضمیر میں یثرب سے نکلنا ابھی تک گم نہیں ہوا۔ بنو قریظہ کو جب خیبر سے نکالا گیا، تو وہ اس حسرت اور اس دعوے کے ساتھ گئے کہ ہم ایک دن ضرور ارض موعود کو پلٹیں گے۔

وہ اس کو ارض موعود کیوں کہتے ہیں؟ اگر آپ قرآن حکیم پڑھیں، تو آپ کو احساس ہو گا کہ خداوند کریم نے ایک بہت خوبصورت آیت ہمیں عطا فرمائی۔ اس میں یہ تھا کہ اے پیغمبر! ابھی تو آیا بھی نہ تھا اور یہ تیرے وسیلے سے ہم سے دعائیں مانگا کرتے تھے اور ہم ان کی دعائیں قبول کیا کرتے تھے۔ جب تو آ گیا ہے تو یہ تیرا انکار کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ یہود بنیادی طور پر

اپنے آپ کو خدا کی عظیم ترین مخلوق گنتے ہوئے یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ خدا ان مہذب فلسطینیوں کو چھوڑ کر ان اجڈ اور گنوار عربوں پر مہربان ہوگا۔ ان کے تعصبات اتنے گہرے تھے کہ وہ عرب کا کوئی نبی کسی قیمت پر قبول نہیں کر سکتے تھے۔ جب وہ نکالے گئے، تو یہ بحران آج بھی ہر یہودی کے دل ودماغ میں زندہ ہے۔ وہ اس وقت کی آرزو رکھتے ہیں، جب وہ مسلمانوں پر موقع پا کر قابو پائیں گے اور دوبارہ یثرب کو رونے کے لیے گھر بنائیں گے۔

ایک بڑی عجیب وغریب حدیث ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ بیت المقدس کی آبادی یثرب کی تباہی ہے اور یثرب کی تباہی جنگ عظیم ہے۔ جنگ عظیم کے بعد دجال کا خروج ہے۔ ہر لحاظ سے یہ وہ واقعات کی ترتیب ہے، جس کے بارے میں رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا، جب ہم دور حاضر کی سوسائٹیز کو دیکھتے ہیں، تو ایک عجیب سا اتفاق ہوتا ہے کہ اس وقت موجود جتنی بھی مغرورانہ تہذیبیں ہیں، کسی اخلاقی اصول پر ان کے تکبر کا اظہار نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے برعکس یہ تمام تر خارجی کائنات اور خارجی ایجادات پر اپنے تفاخر کی بنیاد رکھتی ہیں۔ جب سے جمہوری اصول آئے ہیں، تو ڈیموکریسی ایک ایسا Amoral سسٹم ہے، جس میں اخلاق ہے نہ بداخلاقی ہے بلکہ عوام کی اکثریت جسے چاہے، ان کو اخلاق اور بداخلاق بنا لیتی ہے۔ ڈیموکریسی کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہ اپنے تفاخر کی بنیاد کسی اخلاق پر نہیں رکھتی، بلکہ اس ٹیکنیکل ترقی پر رکھتی ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ ۱۶ ویں اور ۱۷ ویں صدی کے بعد ان کو نصیب ہوئی۔

۱۶ ویں اور ۱۷ ویں صدی تک مسلمانوں کے عروج کا یہ عالم تھا کہ دنیا میں تین بڑے بادشاہ تھے اور تینوں مسلمان تھے۔ ماوراء النہر اور ہند میں سلطان جلال الدین محمد اکبر تھے۔ ایران میں شاہ عباس اعظم اور ایشیائے کوچک میں یورپ کو روندتا ہوا سلطان سلیمان ذیشان تھا۔ یہ تینوں بڑے مسلمان بادشاہ تھے۔ ان کے مقابلے میں پوری عیسائیت بونا لگتی تھی۔ کسی حیثیت سے یہ بڑے مسلمان بادشاہ ان ایمپائرز کو اپنے مقابلے کا تصور نہیں کرتے تھے۔ ۱۶ ویں اور ۱۷ ویں صدی کے بعد انہوں نے مسلمانوں سے تہذیب سیکھنی شروع کی۔ قسطنطنیہ کے زوال کے بعد ان کے علمی ذخائر لندن، کیمبرج اور آکسفورڈ بنے۔ ادھر سپین سے قرطبہ یونیورسٹی سے علم ومعرفت انگلستان، سپین اور اٹلی کے کتب خانوں تک پہنچی۔ ایک نیا دور شروع ہوا جسے تحریک احیائے علوم اور تحریک احیائے مذہب کہتے ہیں۔ ان دو تحریکوں نے یورپ میں نئے دور کی بنیاد رکھی۔

دوسری طرف بدقسمتی سے مسلمانوں کو ان کی فتوحات کے غرور نے علم سے غافل کر دیا۔ علم کی اس غفلت کی وجہ سے مسلمان اپنی کارکردگی اور اپنی کامیابی سے آگے نہ جا سکے۔ مگر ایک نئے تجسس دماغ، جو یورپ میں پیدا ہوا، نے بڑی تیزی سے اپنے آپ کو مہذب کرنا اور سائنسی مہارت کی تحصیل حاصل کرنا شروع کی۔ بڑی سرعت کے ساتھ ایک بحری طاقت بنتے ہوئے انگلینڈ نے ترقی کا آغاز کیا اور ایک نئی جدید تر تہذیب کو فروغ حاصل ہوا۔ یہ جدید تر تہذیب بھی توسیع پسندی کی قائل ہو گئی۔

جیسے کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ تمام وہ تہذیبیں، جن کے پاس ان بلٹ سورسز نہیں ہیں، وہ جب آؤٹ بلٹ اور توسیع میں جاتی ہیں، تو کچھ عرصہ ان کو صرف اس لیے ترقی اور عروج حاصل ہوتا ہے کہ وہ دوسری اقوام کے وسائل پر پھلتی پھولتی ہیں۔ جب وہ دوسری اقوام کے وسائل پر پلتی اور بڑھتی ہیں، تو کچھ عرصہ یا کوئی ایک آدھ صدی کے لیے ان کی ترقی بڑی بے مثال اور ان کی شان وشوکت مستحکم ہو جاتی ہے۔ مگر جب ردعمل کی تحریکیں شروع ہو جائیں اور وہ اقوام جن پر ان کا غلبہ ہوتا ہے، از سرنو اپنے اقتدار کے حصول کے لیے بے چین ہو جائیں اور کوشش اور جدوجہد شروع کر دیں، تو وہ جو ان کی آؤٹ بلٹ ہے، وہ ٹرختا شروع ہو جاتی ہیں اور رفتہ رفتہ یہ بڑی ایمپائرز سکڑنا شروع ہو جاتی ہیں۔

یہی حال حکومت برطانیہ کا ہے۔ جب استعماری طاقت کمزور نے سے اس کے قبضے سے ملک آزاد ہونے شروع ہو گئے۔ ایک وسعت جو پہلے ان کو حاصل تھی، نہ رہی۔ آسائشات جاتی رہیں، تو انہوں نے اپنے ان بلٹ نظام کو دیکھا۔ انہیں پتہ چلا کہ ان بلٹ نظام میں کوئی ایسی وسائل کی طاقت فراہم نہیں تھی، جو انہیں دور تک لے جا سکتی۔ ایک موقع پر فرانس ورامریکہ اکٹھے آزاد ہوئے اور ایک نئی حریت فکر، ایک نئی جدوجہد اور ایک تازہ نمود قوم ہوئی۔ شروع شروع میں آزادی کے خیال سے امریکی قوم بڑی متحرک اور فعال تھی۔ ہر جگہ انقلاب انسانیت اور آزادیت کے تصورات کی حامل تھی۔ ہر جگہ یا اپنے آپ کو مظلوم انسانوں کا چمپئن سمجھتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ شاید اصلی فطرت امریکیائی باہر آنی شروع ہو گئی۔

اگر آپ ان کی پالیسیوں پر غور کریں کہ دنیا کے ۳۱ فیصد وسائل صرف امریکہ کے پاس ہیں اور یہ وسائل ایک طویل المدت منصوبہ بندی کے تحت محفوظ پڑے ہوئے ہیں۔ امریکہ پوری

کوشش کر رہا ہے اور شاید اس کو تاریخ کے مطالعے سے علم ہے کہ جب ہم دنیا کے باقی وسائل ختم کر لیں گے، تو پھر صرف ہمارے وسائل بچیں گے اور پھر ہم انہیں استعمال کرنا شروع کر دیں گے۔ مگر جو سٹائل حکومت اور انداز حکومت انہوں نے اختیار کیا اور جس کثرت سے انہوں نے سرمائے کا بہاؤ شروع کیا۔ ان پر ٹیکسیشن بننا شروع ہو گئیں۔ ان کی معیشت پر اس کا دباؤ پڑنا شروع ہو گیا اور باوجود اس کے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا کی سب سے بڑی معیشت کہہ رہے تھے اور کہلوا تے تھے ان کو یہ احساس ہونا شروع ہو گیا کہ اگر ہم نئے ذخائر معدنیات اور وسائل تک نہیں پہنچیں گے، تو شاید ہم آئندہ کچھ عرصہ کے بعد اپنے معیار زندگی کو برقرار نہ رکھ سکیں۔

اس تناظر میں جب ہم مسلمانوں کو دیکھتے ہیں، تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اس عرصے میں مسلسل عیش وعشرت کی طرف رغبت کی۔ اس سیال سونے کو، جس کی برکت سے دنیا میں ہر چیز متحرک ہے اور جس کی بنیادی قوت مسلمان کے پاس تھی، انہوں نے کبھی بھی اپنی تعمیر اور ان بات کے لیے استعمال نہیں کیا۔ ان کمزور نفسیات والے مسلمانوں کو جب اس قدر کثرت مال ملا، تو ان کے تمام رجحانات عیش وعشرت کی طرف ہونے شروع ہو گئے۔ ان کے بیچ میں ایک ملک، جو اعلیٰ ترین مہارت اور ذہانتیں رکھتا ہے، وہ مملکت پاکستان ہے۔

پاکستان کا ملک بالکل اسی طرح ہے جیسے Thoroguh bred ہارس ہوتا ہے۔ دنیا کے بہترین دماغ اس کھٹالی میں پگھلے ہیں۔ اسی لیے آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہمارا نمبر دو دماغ بڑا تیز ہے۔ دنیا کی ہر چیز کی نقل کر سکتے ہیں۔ ہر فراڈ اور مکر وفریب کو بڑی آسانی سے اپنا لیتے ہیں۔ یہ اس کے اعلیٰ ترین دماغ ہونے کی نشانی ہے۔ بدقسمتی سے قائداعظم کے بعد ہمارے سیاستدانوں نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں کیا۔ ایک عظیم تر ملک کے عظیم تر اذہان بے بسی اور بے چارگی کا شکار ہوتے گئے۔ اس کے نتیجے میں ہمیں بہت سارے سماجی، معاشی اور اخلاقی بحران دیکھنے پڑے۔ مگر ایک کام بڑا عجیب وغریب ہوا کہ اس بھوک وافلاس کے باوجود ہمارے سائنسدان کہیں چھپ چھپا کے اپنے کام میں لگے رہے۔ انہوں نے عسرت وافلاس، پانی اور گندم کے بحران، انفراسٹرکچر کے توڑ پھوڑ اور معاشرتی زندگی میں درپیش ہمہ قسم بحرانوں کے باوجود، جو ہمیں درپیش ہیں، ہمیں خدا کے فضل سے ایک قابل احترام حیثیت دے دی۔ یہ حیثیت ایک دنیا کی نظر میں بھی ہے اور ان ملکوں کی نظر میں بھی، جن کا خیال یہ تھا کہ ان کی توسیع کا خیال کسی طرح مجروح

نہیں ہونا چاہیے۔

جیسے میں نے پہلے کہا کہ اس جنگ میں، جو یورپ اور مشرق اور مغرب کے درمیان لڑی گئی، مغرب کو ہمیشہ ایک خطرہ رہا۔ ویسٹ میں ہمیشہ جتنی حکومتیں بھی قائم ہوئیں، وہ تھوڑے عرصے کی حکومتیں تھیں۔ مشرق میں جتنی حکومتیں بھی قائم ہوئیں، ان کے پیچھے بنیادی نظریہ ایک ہونے کی وجہ سے ایک طویل عرصہ حکومت رہی۔ اسلام اپنی پیدائش کے بعد سے لے کر ۱۶ویں اور ۱۷ویں صدی تک مسلسل حکومت کرتا چلا آیا تھا۔ بندے بدل جاتے تھے مگر نظریہ وہی رہتا تھا اور ویسٹ کو یہ آگہی تھی کہ ہم اس نظریے کے خلاف جنگ نہیں لڑ سکتے۔ چنانچہ بنیادی موروثی کمپلیکس، جو مغرب میں آیا، دو تھے۔ ایک تو اپنا عرصہ حکومت کو طول دینے کا ہر حربہ استعمال کرنا اور دوسرا اسلام کو ہر طریقے سے جدید ترین ٹیکنالوجی اور عروج طاقت سے روکے رکھنا تاکہ جو مختصر عرصہ انہیں اپنے عروج کا ملا ہے، وہ کہیں پھر زوال کی زد میں نہ آ جائے۔

آج سے پہلے جب بھی کوئی سوسائٹی عروج میں آتی ہے، طاقت پکڑتی ہے، وہ اپنے آپ کو از خود اپنی عظمت کے ساتھ ہپناٹائز کرتی ہے۔ یہ تمام سوسائٹیوں کا خاصا رہا ہے۔ جیسے جب رومن تھے، وہ کبھی بھی اپنے آپ کو انسان نہیں کہتے تھے۔ وہ رومنز گاڈ کہلاتے تھے۔ حتیٰ کہ جولیس سیزر نے اپنے لیے انسانیت کا نہیں، بلکہ خدائے روم کا لقب چنا۔ جو بھی سوسائٹی اپنی انتہا کی طاقت کو پہنچتی ہے، وہ تکبر انسانیت میں سب سے پہلے ملوث ہو جاتی ہے۔ جیسے ہمارا مذہبی آدمی ذرا سا پاک صاف ہو جائے اور جو اکیڈیمیک والا ہے، وہ ہر دوسرے بندے کو گنہگار سمجھتے ہوئے اس کی زجر و توبیخ شروع کر دیتا ہے۔ اس پر لعنت و ملامت شروع کر دیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں متقی ہو گیا ہوں اور میرا دوسرا بھائی گنہگار ہو گیا ہے۔ میرا حق بنتا ہے کہ میں اس کو کوڑے اور درے ماروں۔ اس کو نالائق سمجھوں۔ اس کو طعنے دوں اور اس کی زندگی اجیرن کر دوں تاکہ جو تھوڑا بہت اسلام اس میں باقی ہے، وہ بھی نکل جائے۔

اسی طرح متکبر قومیں ان قوموں کو، جن کے ابھی تک مراتب بلند نہیں ہوئے ہوتے یا جو ٹیکنالوجی میں تھوڑی سی پست ہوتی ہیں، اپنے سے حقیر سمجھتے ہوئے مسلسل کوشش کرتی ہیں کہ یہ اس ٹیکنالوجی یا اس طاقت تک نہ پہنچ جائیں، جو کبھی ان کو چیلنج کر سکیں۔ امریکہ اور یورپ اپنی ٹیکنالوجی کو ایک عرصہ خفیہ رکھتے ہوئے کوشش کرتے رہے کہ یہ کسی مسلمان ملک تک نہ پہنچے مگر

مکروا و مکر اللہ و اللہ خیر الماکرین (پ۳، س آل عمران، آیت ۵۴) تقدیر اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت کی طرح کام کرتی رہی اور بالآخر ان کی بہت سی خفیہ معلومات اور ٹیکنالوجی مسلمان ملکوں کے پاس بھی پہنچ گئی۔ آج انہیں سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ کوئی مسلمان اسی ٹیکنالوجی کی بنا پر ترقی کرتا ہوا امریکہ یا یورپ اور ان کی موجودہ تہذیب کے لیے چیلنج نہ بن جائے۔

اسلام کو ایک عالمی حکومت پر شرعاً، اخلاقاً اور فقہی اعتبار سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر اقوام عالم مل کر اپنے میں سے کسی کو دنیا کا صدر چن لیں اور وہ دنیا کو امن اور تہذیب اور سکون کا پیغام دے، تو میرا نہیں خیال کہ کسی مسلمان اور صاحب اسلام کو اس بات پر اعتراض ہو مگر یہ خطرہ اس لیے نہیں مول لیا جا سکتا کہ آج کے تصادم میں وہ قوتیں جو اپنی تہذیب اور ٹیکنالوجی پر ناز کرتی ہیں' وہ مسلمان کو مہذب سمجھنے سے قاصر ہیں۔ افغانستان کے ساتھ تصادم میں بار بار ایک بات جو دہرائی گئی کہ ہم مہذب اقوام کو جانگلی مسلمان سے خطرہ لاحق ہے۔

مگر اس تہذیب کی بنیاد انہوں نے کن اصولوں پر رکھی ہوئی ہے' آج تک یہ پتہ نہیں چلا۔ کس اخلاقی اصول پر مغربی تہذیب کی بنیاد ہے؟ اگر شہروں کی صفائی پر بنیاد ہے' تو وہ مسلمان کی کمزوری' خامی اور حماقت کہی جا سکتی ہے کیونکہ اسلام کی اس سے بڑی سٹیٹ منٹ اور کیا ہوگی' جو اللہ کے رسولؐ دے بیٹھے ہیں کہ صفائی نصف ایمان ہے۔ ایمانداری کا جو تحفظ قرآن یا رسولؐ کرتے ہیں' اس سے بہتر تحفظ قطعاً کسی اور معاشرے میں موجود نہیں ہے۔ چنانچہ ہماری خامیوں کے اعتبار سے وہ مغربی تہذیب کے ساتھ تصادم کی بنیاد نہیں ہیں بلکہ ہماری تہذیب میں سب سے بڑا ابتلا اور بحران اپنی ہی اقدار سے دور ہونا ہے۔ یہ ہمارا سب سے بڑا بحران ہے۔

ہمیں دیانت اور امانت کا سبق پڑھنے اور اپنی ذہانتوں کے موزوں استعمال کے لیے کسی ہارورڈ' کیمبرج اور آکسفورڈ میں نہیں جانا پڑتا۔ ہماری اپنی درسگاہ کے دروازے ہم پر بند ہو چکے ہیں۔ تلاشِ علم ختم ہو چکی۔ محبت رسولؐ صرف نعت گوئی تک رہ گئی اور ہمارے اخلاقی نظام میں رسولؐ کے اسوہ کے ساتھ مطابقت نہیں رہی۔ ہماری ترجیحات گڈمڈ ہو گئی ہیں اور وہ اسلام' جو بنیادی طور پر اللہ کا مذہب اور اللہ کے لیے آیا تھا' جو اللہ کی شناخت اور اس کی محبت کے لیے تھا' وہ مسلمانوں سے ہماری بنیادی ترجیح ہی ختم ہو گئی۔ ہم ایک ایسے خانقاہی نظام اور ایسی رسمی عبادات

میں پڑ گئے جس کے بعد ہمارا براہ راست تعلق خدا سے ٹوٹ گیا۔ اخلاص نام کی کوئی شے مسلمان کے دل میں اللہ کے لیے نہیں رہی ہے اگر مسلمان کی واپسی ہوگی تو ادھر ہی ہوگی کہیں اور نہیں۔

کیا آپ کو وعدے نہیں چاہئیں؟ کیا چیز ہے جو رسول پاکؐ بیان نہیں کر چکے؟ جو جناب رسالت مآبؐ نے اپنی زندگی میں بیان نہیں کی؟ قیامت تک واقعات بیان کر چکے۔ میں ان کو پیش گوئی نہیں سمجھتا۔ یہ پیش گوئیاں نہیں ہیں۔ مگر آپ کے لیے ایک خطرے کی بات ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا' نوح نے سب سے پہلے دجال کی خبر دی۔ پھر ہر پیغمبر نے اپنی امت کو دجال سے خبردار کیا۔ میں سب سے زیادہ تمہیں اس کی خبر دے رہا ہوں۔ اب اس امت کو دیکھئے' جس نے کبھی دجال کی کوئی حدیث ہی نہیں پڑھی تو اس کو اس خبر سے کیا فائدہ پہنچے گا جو رسول اللہ بہت پہلے دے چکے ہیں؟ جناب رسالت مآبؐ نے زمانوں کے بارے میں کیا خوبصورت محاورہ ارشاد فرمایا کہ دجال کے زمانے میں زمانے قریب آ جائیں گے بہت قریب ہو جائیں گے۔ اور فرمایا کہ قیامت اس لباس کی طرح قریب آ جائے گی جو صرف ایک دھاگے سے لٹکا ہوا ہے یعنی اس کا اتنا قرب خروج دجال کے ساتھ ہو جائے گا۔ فرمایا کہ پیدائش آدم اور اس زمین کی تخلیق سے لے کر قیامت تک کوئی فتنہ دجال سے بڑا فتنہ نہیں ہے اور تخلیق زمین سے لے کر بربادیٔ زمین تک کوئی فتنہ دجال سے بڑا نہیں۔

مگر یہ کیوں فتنہ ہے؟ ایک بڑی خوبصورت حدیث میں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ایک مومن جب دجال کے پاس جائے گا تو وہ سمجھے گا' میں ایمان والا ہوں مگر شام تک اس کو شک پڑ جائے گا کہ میں صحیح بھی ہوں کہ نہیں۔ یہ کس چیز کی طرف اشارہ ہے؟ شک وشبہ کی ایک فضا قائم ہو جائے گی۔ اتنا طاقت ور ترغیبات کا معاشرہ مغرب تخلیق کرے گا۔ اتنا طاقت ور کانسپٹ دے گا کہ ایک بڑے سے بڑا صاحب ایمان بھی جب ان کے معاشروں میں جائے گا اور ان کے نظام کو دیکھے گا تو وہ شبہ میں پڑ جائے گا کہ آیا ہم ٹھیک ہیں یا وہ ٹھیک ہیں؟ ہم غلط ہیں کہ یہ غلط ہیں؟ ان لوگوں پر نظر ڈالیں جو یہاں سے مغرب کو گئے ہیں۔ اس سوسائٹی میں کچھ عرصہ قیام کیا۔ واپس آ کر کئی سادہ دل بزرگوں سے سنا کہ امریکہ بہت بڑا ہے۔ امریکہ خدا ہے۔ اپنی بڑائی اور برتری کے تکبرات میں وہی شعور جو رومن میں پیدا ہوا تھا' ہر امریکن میں صبح وشام پیدا کیا جا رہا ہے۔ انہیں سبق پڑھایا جا رہا ہے کہ تم بندگان خدا نہیں ہو بلکہ دیوتان زمین ہو۔ تم بڑے لوگ ہو۔ ایران

ہو یا کوریا اُن کو امریکہ کے ابدی نظام انصاف کا سامنا ہے۔ یہ ابدی انصاف کیا ہے؟ جو یورپ کلچر دے رہا ہے کیا یہ ہے؟ بہت پہلے اقبال نے ایک بڑی خوبصورت سی بات کہی تھی کہ

صلہ فرنگ سے آیا ہے ایشیا کے لیے

مے قمار و ہجوم زنان بازاری

یہ وہ صلہ ہے جو بہت پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ وہ مغربی کلچر ہے جو ہماری رگ رگ میں سمائے جانے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے مگر ہمارے پاس اس کا سامنا کرنے کو کیا ہے؟ بدقسمتی سے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ انٹلکچوئل اور ذہن رسا کی سطح پر مسلمانوں میں کوئی ایسی تحریک نہیں ہے جو جوابی وژن کی طاقت پیدا کرے جو کم از کم اپنے فلسفہ خیال اور اپنے نظریے کو سمجھے اور یہ نہ سمجھے کہ مسلمان صرف عبادات کے لیے پیدا ہوا ہے جو یہ نہ سمجھے کہ وہ صرف چند عملی اقدامات کی پیروی کا نام ہے بلکہ یہ کائنات کے اعلیٰ ترین مابعدالطبیعاتی فلسفے کا نام ہے۔

سوال یہ ہے کہ کس مذہب میں خدا ملتا ہے؟ کس فلسفہ حیات میں خدا کے ساتھ ایک براہ راست اپروچ ملتی ہے۔ سوائے اسلام کے کسی اور نظریے سے خدا نہیں ملتا اور خدا ہی مابعدالطبیعات کی جان ہے۔ خدا ہی مابعدالطبیعات ہے۔ اگر ایک مذہب صرف اسلام سے خدا ملتا ہے اور باقی جگہوں پر انہوں نے روحانیت اور تصوف کو خدا سے تعلق کا نام دے رکھا ہے تو آج تک زمانے میں وہ چیز پیدا کیوں نہیں ہو سکی جو مسلمان میں پیدا ہو سکتی ہے۔ مختصراً وہ حدیث ہے کہ فراست مومن سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ جب ایک عیسائی لڑکے نے مجھ سے پوچھا کہ عیسائیت اور اسلام میں کیا فرق ہے؟ آپ کی چند عبادات اور قسم کی ہیں ہماری چند اس قسم کی ہیں۔ تو اتنا بڑا کیا فرق ہے کہ آپ ہمیں اپنے برابر کا سمجھتے نہیں ہیں؟ آپ کیوں مغرور ہیں؟ کس رسائی پر کس پہنچ پر آپ کا دعویٰ ہے اور کس جرم کی وجہ سے آپ ہمیں ذلیل وخوار کرتے ہیں؟

میں نے کہا میرے عزیز! بات تو آپ کی درست ہے۔ جو عبادات آپ کرتے ہیں وہ بھی اللہ کے لیے بجا ہونی چاہئیں اور جو ہم کرتے ہیں وہ بھی اسی کے لیے ہونی چاہئیں۔ تم اپنے طریقے سے عبادات کر لیتے ہو ہم اپنے طریقے سے پانچ وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں مگر دراصل بات یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں خدا کی آرزو پیدا ہوتی ہے وہ اللہ کو چاہتا ہے جب وہ رستہ تلاش کرتا اور خدا کی راہ ڈھونڈتا ہے تو دنیا کا کوئی نظریہ اسے خدا تک نہیں پہنچا سکتا۔ ان الدین

عندالله الاسلام (پ ۳ ' س آل عمران' آیت ۱۹) اللہ کے نزدیک خود اس کا رستہ 'تعین کردہ دین وہ نہیں ہے جسے آپ پریکٹس کر کے فارغ ہو جائیں گے بلکہ وہ نظریہ دین اور وہ آئیڈیا' جو آپ کو اللہ تک پہنچائے گا۔ وہ صرف ایک ہے اور وہ اسلام ہے۔

مزید اس پر فرمایا' دین میں اکراہ نہیں ہے لا اکراہ فی الدین (پ ۳ ' س البقرۃ' آیت ۲۵۶) جو چاہو چنو' جس رستے پر جاؤ جا سکتے ہو۔ خدا کو آپ سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اللہ آپ پر کوئی جبر و تشدد نہیں کرتا۔ اس نے تو عقل دی ہی صرف اس لیے ہے کہ آپ اپنا رستہ چن سکو۔ چاہے اللہ کو مانو' چاہے نہ مانو مگر اسلام مجبوری ہے ہر اس شخص کی' جسے خدا چاہیے۔ آپ تبت کے لامہ ہو جائیں یا افریقہ کے شامان یا لارڈ پادری بن جائیں' آپ کو سب کچھ مل سکتا ہے' عزت و حرمت مل سکتی ہے۔ مادام ثریا کی سی قبولیت مل سکتی ہے مگر خدا نہیں مل سکتا۔ زمین پر کوئی شخص کسی دوسرے معاشرے سے خدا کی شناخت کلیم کر رہا ہو' سوائے مسلمانوں کے۔ اولیاء اللہ تعالیٰ کی ایک لمبی لائن ایسے لوگوں کی موجود ہے جو خدا سے نہ صرف تعلق رکھتے ہیں' بلکہ ان پر خدا کا نور چھلکتا ہے۔ وہ اس فراست مومن کے مالک ہوتے ہیں' جو صرف اور صرف اللہ کے حضور سے اشو ہوتی ہے۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلا یقبل منہ (پ ۳ ' س آل عمران' آیت ۸۵) اللہ نے بالکل صاف لہجے میں کہا کہ میں اسلام کے رستے کے سوا کسی اور رستے کو قبول نہیں کروں گا۔ اسلام کے سوا مجھے کوئی اپروچ پسند نہیں ہے۔ اگر ایک مابعدالطبیعاتی سچائی اور حقیقت یعنی خدا کو صرف ایک اپروچ پسند ہے تو اس سے بڑا مابعدالطبیعاتی مذہب کون سا ہو سکتا ہے؟

مگر کیا پھر اگر رسل اور برگساں کو پڑھتے ہوئے آپ کو اعلیٰ معیار' ایک جدت خیال اور انسٹرومنٹ چاہیے' جس سے آپ کائنات کو فہم و فراست کی ادراک میں لے سکتے ہیں تو پھر کیا خدا کو جاننے سمجھنے کے لیے آپ کو تعلیمی کاوشیں نہیں چاہئیں؟ ضرور چاہئیں۔ یہی وہ فرق ہے جو آج مسلمان میں نہیں ہے۔ تعلیمی بحران' اپنے مذہب میں غور و خوض نہ کرنے اور دنیاوی علوم میں دسترس ہونے کے باوجود قرآن حکیم کو سمجھنے میں معذوری کی وجہ سے مسلمان پر ہے۔ اگر افغانستان میں معجزہ اور کرامت نہیں ہوئی تو اس کی وجہ خدا اور اسلام نہیں ہے۔ اس کی وجہ اللہ کی طرف توجہ کا نہ ہونا ہے۔

اب میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر جھوٹ

بولا وہ جہنم میں داخل ہو گیا۔ اخبار یں تو آپ پڑھتے رہے۔ مسلسل ملا عمر کے ساتھ ایک خواب کی تعبیر آتی رہی کہ انہوں نے چار پانچ مرتبہ حضور گرامی مرتبت کو دیکھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اٹھ جہاد کر' جنگ کر۔ تو افغانستان کو اکٹھا کرے گا' فتحیاب ہو گا۔ کیا اس خواب کی تعبیر یہی نکلتی تھی؟ جب فارن دجال کا میڈیا آپ کو پیغمبر کا چوغہ دکھاتا ہے تو اس کا مقصد یہ بالکل نہیں ہوتا کہ وہ آپ کو پیغمبر کا لبادہ دکھائے۔ اس کی بنیادی سائیکی یہ کہتی ہے کہ تمہارے پیغمبر کے لبادے نے بھی تمہاری مدد نہیں کی۔ تم پیغمبر کے خواب دیکھتے رہو۔ فتح ہم معروضی لوگوں کو حاصل ہو گی۔ یہ کتنے بڑے جھوٹ تھے' جو اللہ کے رسول پر باندھے گئے۔

رسول اللہؐ کے دو سچے خواب' جو تاریخ میں درج ہوئے' میں ان کی آپ کو چھوٹی سی بات سناتا ہوں۔ یہ دونوں فیصلہ کن انسٹی ٹیوشنز ہیں' جو تاریخ میں ہوئے۔ معرکہ عین جالوت سے ایک سال قبل ہلاکو خان کا پوتا قزل بوغا ایک لاکھ شاہسواروں کے ساتھ دمشق کی فصیل کے نیچے آ کر رکا۔ شہر میں کوئی فوج نہیں تھی۔ دروازے بند تھے۔ عورتیں آہ و بکا کر رہی تھیں اور کوئی سامان حرب نہ تھا مگر شہر میں ایک شخص محمد بن ادریس الشافعی الجزری موجود تھے۔ وہ بڑی مشہور حدیث کی ایک کتاب ''حصن حصین'' لکھ رہے تھے۔

''حصن حصین'' کا مختصر تعارف یہ ہے کہ اس میں دعا کو مضبوط قلعہ فرمایا گیا ہے۔ شافعی مختلف احادیث سے رسول اللہ کی تمام دعائیں اکٹھی کر کے یہ کتاب تیار کر رہے تھے۔ اس رات اسے مکمل کرنے کے بعد دعا میں حضورؐ کو نذر کی اور کہا' یا رسول اللہؐ بہت بڑے خطرے میں امت مبتلا ہے۔ اگر یہ کل دمشق میں داخل ہو گئے تو پورے عرب میں پھر انہیں کوئی روکنے والا نہ ہو گا۔ بہت قتل و غارت ہو گی۔ اے شاہ امم! اپنی امت کو اس خطرے سے بچا لیجیے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ رات میں نے رسول اللہ کو خواب میں دیکھا۔ مجھے اپنے بائیں ہاتھ میں لیا۔ اس کا مطلب کسی کو عرب کے دستور میں حفاظت میں لینے کو کہتے ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورؐ نے بائیں ہاتھ لیا اور فرمایا' گھبراؤ نہیں۔ تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔

دو واقعات تاریخ میں ایسے رہے ہیں' جن کی وجہ آج تک سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ تاریخ کے اسرار ہیں۔ ایک کی وجہ تو آپ کو ابھی بتا دی۔ ایک اور واقعہ بڑا عجیب و غریب گزرا ہے۔ خداوند کریم کہتے ہیں اذا اسئلک عبادی انی فانی قریب' یہ پوچھتے ہیں کہ اللہ میاں! تو دعا

سنتے وقت کہاں ہوتا ہے؟ فرمایا' کہ دو میں بہت قریب ہوتا ہوں۔ تمہارا صبر ہی اتنا ہے کہ تم میری قربت کو بھی بہت بڑا فاصلہ سمجھتے ہو۔ روم کے دروازے پر وقت کا سب سے بڑا سفاک حکمران آ کر رکا۔ وقت کا سب سے بڑا سفاک حکمران اٹلہ دی ہن۔ ہن ادھر انڈیا میں بھی آئے اور اُدھر یورپ میں بھی گئے۔ ادھر آنے والے تو رامان اور مہر گل تھے اور اُدھر جانے والا اٹلہ تھا' جس کے نام کی وحشت آج بھی یورپ میں قائم ہے۔ وہ تہہ و بالا کرتا ہوا روم کے دروازے پر پہنچا۔ روم کے اندر بھی فوج نہیں تھی۔ یہ اسلام سے کچھ دیر پہلے کا واقعہ ہے اور عیسائیت اس وقت صحیح مذہب تھا۔ وہ سارے کے سارے اپنے گرجا میں بیویوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو لے کر جمع ہو گئے اور خدا سے آہ وزاری کرنا شروع ہو گئے۔ اے پروردگار! اس آفت زمانہ سے صرف تو ہی بچا سکتا ہے۔ بعینہٖ یہی واقعہ دمشق میں پیش آیا۔ صبح کے وقت دونوں فورسز کیسے پلٹ گئیں کدھر گئیں؟ کیونکہ صبح جب شہر والوں نے اٹھ کر دیکھا تو ایک بھی دشمن کا سپاہی سامنے نہیں تھا۔ روم کے دروازے پر' نہ دمشق کے دروازے پر کوئی نظر آیا۔ اگر رسول اللہؐ کسی خواب میں نظر آئیں گے پھر تو ایسے ہو گا۔

ایک چھوٹا سا واقعہ اور سن لیجیے۔ سید علی بن عثمان ہجویریؒ ابھی ہندوستان میں وارد نہیں ہوئے تھے۔ وہ تحصیل علم میں کہیں سے کہیں گھوم رہے تھے۔ ایک دفعہ وہ دمشق کی جامع مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے۔ فرمایا کہ میں نے دیکھا' باب شرق سے رسولؐ اللہ داخل ہوئے۔ انہوں نے ایک نحیف اور نزار آدمی کو آغوش میں اٹھایا ہوا ہے۔ فرمایا' مجھے بڑا رشک آیا کہ یہ کون ہے' جسے رسول اللہؐ نے اٹھایا ہوا ہے۔ میں دوڑ کر قدم بوس رسولؐ ہوا۔ حضورؐ نے میرے خطرۂ قلب پر آگہی پائی اور کہا علی بن عثمان! ذرا غور سے سنیے گا۔ یہ تیرا اور تیرے لوگوں کا امام ابو حنیفہؒ ہے۔ اس وقت تک تبلیغ دین کا وہ فشار شروع ہوا تھا' نہ اس وقت تک سید ہجویر ولایت عظمیٰ اور قطب الاقطاب کے منصب پر فائز ہوئے تھے مگر آج بھی اس خواب کی سچائی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ماوراالنہر سے لے کر راس کماری تک کچھ تعداد کو چھوڑ کر تمام ہندوستان کی فقہ حنفی ہے۔ اس خواب کی سچائی دیکھیے کہ اس میں دو باتیں رسول اللہؐ نے ارشاد فرمائیں۔ فرمایا' اے علی بن عثمان! ہندوستان تجھے بخشا اور اے علی بن عثمان! ان لوگوں کا غزنی سے لے کر راس کماری تک کی فقہ حنفیہ ہو گی۔ حتیٰ کہ آج بھی اس حقیقت کا انکار ممکن نہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ افغانستان میں کون سے خواب دیکھے جا رہے تھے؟ جو رسول اللہؐ پر صاحب صدق وصفا پر بہتان باندھتا ہے اس کو تو آگ میں داخل ہی ہونا ہے۔ اگر باوجود اس کے کہ ہمارے دل ان کلمہ گو لوگوں کے ساتھ دھڑ کتے تھے اور آج بھی اس صدمے سے شاید ہمارے دل چاک ہیں۔ خوف ابتلا اور اس رنج سے کہ مسلمانوں کو عراق کے بعد یہ دوسرا بڑا صدمہ پہنچا ہے۔

یہ کچھ احادیث دجال کی پہچان پر ہیں بڑی عجیب وغریب ہیں۔ لوگ کہتے ہیں دجال کون ہے؟ زمانہ کون سا ہے؟ کیا عصر بنتا ہے؟ کون سی قوتیں اسے بناتی ہیں؟ سب سے پہلے میں آپ کو دو ڈھائی ہزار سال پہلے حضرت دانیال کے چند لفظ بتانا چاہتا ہوں۔ حضرت دانیال نے خواب دیکھا کہ چار سینگوں کے درمیان ایک چھوٹا سینگ نکلا ہے اور دیکھتے دیکھتے وہ سینگ بہت بڑھ گیا ہے۔ وہ بڑے پریشان ہوئے پھر دیکھا اس پر ایک سر نمودار ہوا اور وہ بڑے غرور اور گھمنڈ کی باتیں کرتا ہے۔ دانیال بڑے پریشان ہوئے۔ جبرئیل امین سے کہا میرا دل بڑا متغیر ہے۔ مجھے یہ بتاؤ اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ حضرت جبرئیل نے کہا دانیال! یہ تیرے عہد کا خواب نہیں ہے۔ ایک دن اور دوسرا دن اور آدھا دن۔ یعنی تیرے ڈھائی ہزار سال بعد یہ واقعات پیش آئیں گے۔ یہ ایک بہت جابرانہ حکومت بنے گی اور انہوں نے بڑی عجیب وغریب نشانی بتائی کہ وہ اجرام فلکی کو پامال کریں گے۔ ان کے قدم اجرام فلکی پر جائیں گے۔ دائمی قربانی کو بند کر دیں گے۔ اس قوت کی پہچان بتائی جا رہی ہے کہ خداوند کے قدوسوں کو قتل کریں گے۔ دائمی قربانی صرف ایک ہے۔ حج کے وقت کی قربانی۔ یہ بند کر دی جائے گی۔ حضرت نے پوچھا کہ جبرئیل امین! ہم اس کو کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا مملکت رس، بحیرہ اٹلانٹک اور پانیوں کے گرد آباد قومیں دجال کی مخلوق ہوں گی۔

حضرت دانیالؑ کے اس واقعہ کو "مکاشفہ دانیال" کہتے ہیں۔ حیرت انگیز طور پر پورے پورے اس خطرے کی نشاندہی کرتا ہے کہ خانہ کعبہ پر بنو اسرائیل کے ذریعے چڑھائی ہو گی۔ یہ خداوند گھمنڈ کی باتیں کرے گا۔ قدوسوں کو رسوا کرے گا اور اپنے آپ کو خدا کا ہم عصر جاننے لگا۔ اصلی بزرگ و برتر خدا کو حقیر سمجھے گا۔ پھر اس کو طاقت دی جائے گی۔ حیرت کی بات ہے کہ حضرت دانیالؑ نے اس کا وقت بھی بتایا۔ تین سو سینتیس دن خروج کے بعد اس کی طاقت رہے گی اور یہ سال

سال کے قریب بنتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواری جمع تھے۔ حواریوں نے عرض کی یا نبی اللہؑ! ہمارے دل بے چین اور مضطرب ہیں۔ آج آسمانوں سے کھانا اترے تو دل کو تسلی ہو۔ یہ معجزہ ہمارے حق میں ہو۔ ہمارے دل تسلی پائیں۔ تاکہ ہم اس قابل ہوں کہ خدائے قدوس بزرگ و برتر کی تعریف کریں۔ حضرت عیسیٰؑ نے ایک دعا فرمائی۔ قرآن میں درج ہے کہ اے پروردگار! آسمانوں سے ان کے لیے عرفان نعمت اتار جوان کے اگلوں کو بھی پہنچے اور ان کے پچھلوں کو پہنچے تو بے حساب رزق دینے والا ہے۔ اللہ نے کہا' ٹھیک ہے دیتا ہوں' تمہاری تسلی ہو جائے گی مگر ساتھ ایک بات میں بھی کہتا ہوں کہ پھر تمہاری اس قوم سے ایسے بدکار ذہن اٹھیں گے جو میرے ساتھ شریک بنائیں گے اور توحید کو پامال کریں گے۔ پھر اتنا یاد رکھنا کہ میں ان اقوام کو' ان لوگوں کو سزا کچھ ان کے ہاتھوں بھی دوں گا۔ جنگ عظیم اول' دوم اور سوم جس کے بعد ایک ایسی جنگ عظیم ہے' جس کا سراغ رسول اللہؐ نے ہمیں دیا ہے۔

اب ذرا قرآن کی طرف آیئے۔ بار بار آپ نے سنا ہوگا کہ جس کو دجال کا خطرہ ہو' وہ سورہ کہف کی پہلی دس آیات ضرور پڑھے۔ سوال یہ ہے کہ سورہ کہف کی یہ دس آیات کہتی کیا ہیں؟ ان کا ترجمہ ہے۔

> ''سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔ تاکہ وہ لوگوں کو خدا کے سخت عذاب سے خبر دار کر دے اور ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبری دے کہ ان کے لیے اچھا اجر ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان لوگوں کو ڈرا دے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ اس بات کا نہ انہیں کوئی علم ہے نہ ان کے باپ دادا کو تھا۔ بڑی بات ہے' جو ان کے منہ سے نکلتی ہے۔ وہ محض جھوٹ بکتے ہیں۔'' اس کے بعد نماز والوں کی بات ہے۔

یہ دس آیات دجال کے تحفظ کے لیے ہیں۔ فرمایا' جس کو کوئی شک ہو گا یا اسے کوئی بحران پیش ہو گا' جب وہ ان دس آیات کو پڑھے گا' تو دجال سے محفوظ ہو جائے گا۔ دیکھئے' اللہ کیا کہہ رہا ہے کہ ان لوگوں کو ڈرائیں' جو تثلیث پر یقین رکھتے ہیں۔ جو اللہ کا بیٹا اور اس کی بیوی بناتے

ہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دجال کی تشکیل کر رہے ہیں ۔ اور فرمایا' اس بارے میں وہ کچھ علم رکھتے ہیں نہ ان کے باپ دادا۔ کتنا بڑا بول اور کتنی غلط بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے۔ تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تو؟ ایک علامت یہ ہوئی کہ وہ اللہ کا بیٹا اور اولاد بتاتے ہیں۔

دوسری علامت' بے شک ہم نے زمین کا سنگھار کیا' جو کچھ اس پر ہے انہیں آزمائیں کہ ان میں کس کے کام بہتر ہیں؟ اگر ان کو دولت دنیاوی ہے۔ سکائی سکریپر اور وال سٹریٹ دی ہے تو اس لیے بالکل نہیں دی کہ وہ غرور گھمنڈ اور تکبرات کی زندگی بسر کریں بلکہ ہم نے یہ آسائش' یہ خوبصورتی ان کو آزمانے کے لیے دی ہے لیبلوکم ایکم احسن عمل (پ ۹' س الملک' آیت ۲) ہم یہ دیکھیں کہ وہ کیا اچھے عمل کرتے ہیں۔ کیا آسائش میں خدا کو بھول تو نہیں جاتے؟

ذرا سزا کے اور قریب آجایئے۔ تو ایک اگلی جنگ کے بعد جو حیرت ہوا ہے وہ اللہ نے بالکل وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ بے شک جو کچھ ہے اس پر ایک دن ہمیں اسے میدان سفید کر کے چھوڑ دینا ہے۔ تہذیب کی تمام علامات کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ کوئی چمک' کوئی خوبصورتی اور کوئی شناخت نہیں رہے گی۔ جو کچھ بھی یہ اونچایاں بنی ہوئی ہیں ڈھیر کر دی جائیں گی۔ زمین کو زمین سے برابر کر دیا جائے گا۔ پھر اس میں بھی نشانی ہے کہ پہاڑ کی کھوہ میں جو رہتے تھے ہم نے انہیں تین سو برس سلایا۔

ان آیات میں تین چیزوں کا ذکر ہے کہ دجال کی علامت کے طور پر خدا کا بیٹا بناتے ہیں۔ معیشت پر اتراتے ہیں۔ انہیں اپنی بلند و بالا چیزوں پر تفاخر ہے اور تیسری بات یہ ہے کہ ہدایت طلب نہیں کرتے بلکہ اپنے بنائے ہوئے قانون پر ناز کرتے ہیں۔ وہ خدا کے بنائے ہوئے قانون کو فرسودہ سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ دجال کی بنیادی خصوصیات کی حامل یہ عیسائی قومیں ہیں۔ جیسے کہ حضرت دانیال نے کہا تھا' جو اس وقت پانیوں کے گرد آباد ہیں۔ سو حضرت دانیال اور قرآن کی دونوں باتیں ملائی جائیں' تو بڑی وضاحت سے پتہ لگتا ہے کہ اس وقت زمانے میں جو آخری عنصر تخلیق ہو رہا ہے جسے آپ اینٹی کرائسٹ کہہ لیں' وہ ایک اتنی بڑی قوت ہے' جو اپنی تہذیب کا زوال نہیں دیکھ سکتی اور اس زوال کو روکنے کے لیے وہ ہر کوشش اور تردد میں برسر پیکار ہے۔

1945ء میں ''گیٹ'' کا ٹریفک اور ٹیرف کا معاہدہ ہوا۔ یوراگوئے میں یہ ''گیٹ'' دوبارہ مرتب ہوا اور ٹیرف اور ٹیکسوں کے قوانین کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ 2005ء کے بعد کوئی ٹیکس اور کوئی ٹیرف نہیں رہے گا کسی قسم کی بندش نہیں رہے گی۔ یہ جب ختم ہو جائے گا تو وسائل آزاد ہو جائیں گے چنانچہ امریکہ اور یورپ کو اچھی طرح علم ہے کہ پابندیوں سے آزاد تجارت کے آغاز سے پہلے پہلے اگر ہم نے ٹرانس ایشیا اور شرق وسطیٰ کے وسائل پر قبضہ نہ کیا تو ہم اس مقابلے میں مارے جائیں گے۔ یورپی اقوام آزاد ہوں گی۔ مسلم ممالک کو اپنا خام مال بیچنے کی پوری آزادگی ہوگی۔ اس سے شرقی اقوام کو اجارہ داریاں حاصل ہونی شروع ہو جائیں گی۔ اس کے تحفظات کے طور پر امریکہ اور باقی لوگ بہت سخت جدوجہد کر رہے ہیں کہ 2005ء سے پہلے پہلے وہ ان تمام ایشیائی اقوام کے وسائل تک پہنچ جائیں جن میں ممکنہ طور پر خام مال موجود ہے۔ اس لیے عین ممکن ہے کہ 2005ء کے بعد ایک بے پناہ دوڑ شروع ہو جائے جس میں کوئی ملک دیکھتے دیکھتے سال میں غریب تر ہونا شروع ہو جائے اور یورپ کا تمام معاشرہ اور یہ تمام عروج قصہ پارینہ بن کر نہ رہ جائے۔ یہ ایک اور بڑی وجہ ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ 2005ء تک ایک بڑی جنگ کے ذریعے ایشیائی اقوام کو مکمل مغلوب کرلیا جائے۔

جہاں پریشانی ہے وہاں اللہ کے رسولؐ نے ہمیں اچھی خبریں بھی دی ہیں۔ ایک دو خبریں بڑی دلچسپ ہیں جو آج کی ترقی کی دوڑ کے بارے میں ہیں۔ چونکہ سائنس کا جو نقشہ رسول اللہؐ نے پیش کیا ہے وہ ابھی تک نہیں پہنچا۔ جو ترقی اور عروج علوم حاضرہ کو حاصل ہونے والا ہے وہ بھی ابھی تک نہیں پہنچا۔ دجال کہاں تک جائے گا۔ اس کی رسول اللہؐ نے بڑی خوبصورتی سے نشاندہی فرمائی ہے۔ پھر قرآن حکیم کی تکمیل مطالب تک دنیا نے جانا ہے۔ کچھ باتیں قرآن کی پوری ہو چکیں جبکہ کچھ باتیں ابھی رہتی ہیں۔ مثال کے طور پر اگر عیسیٰؑ نے کوڑھی اور برص والے کو ٹھیک کیا ہے اس کا ثبوت انسانی فراست اور محنت میں دیا جائے گا۔ یہ لوگ بھی اس بات پر قادر ہوں گے کہ کوڑھی اور برص والے مریض کو درست کریں۔ اگر کسی پیغمبر نے چیونٹی یا پرندوں سے بات کی تو یقین جانئے آج کا انسان بھی کرے گا اور یہ بات بھی ثابت ہوگی۔ فرمانِ رسولؐ کے مطابق قیامت نہیں آئے گی جب تک انسان درندوں سے کلام نہیں کر لے گا۔ جب تک انسان کے جوتے کا تسمہ اس کو اس کے حال کی خبر نہیں دے گا۔ قیامت نہیں آئے گا۔ جب تک کہ

عورت کی ران خبر نہ دے گی کہ اس کے ساتھ کیا زیادتی ہوئی یا کیا ہوا؟

ابھی جینیٹک سائنس میں جانوروں کی زبان بھی ڈی کوڈ ہو رہی ہے اور ڈی این اے ٹیسٹ موجود ہیں، جو کسی بھی قسم کے المیہ کی خبر دے سکتے ہیں۔ جوتے کے تسمے سے مراد ایک اتنا حساس ترین جاسوسی سسٹم ہے کہ ایک انسان کی کوئی چیز اس کے بدن سے آپ کو مل جائے گی تو آپ کو اس کا پورے کا پورا سراغ اور اس کی ہر چیز معلوم ہو جائے گی۔ یہ حدیث جینیٹک سائنس کے پورے کے پورے جدید تھیسز کو پیش کرتی ہے، جن میں سے ایک بات یعنی ڈی این اے ٹیسٹ میں نے کہا، وہ تو ہو چکا ہے۔ ابھی تازہ ترین یہ ہے کہ جانوروں کی زبان ڈی کوڈ ہو رہی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ العزیز وہ بھی اللہ کے رسولؐ کی بات ضرور پوری ہوگی۔ حضرت سلیمان کا ہدہد سے بات کرنا کسی کو عجیب نہیں لگے گا۔ پھر تخت کا کنورٹ ہونا بھی کسی کو عجیب نہیں لگے گا۔ بات اب اتنی آگے بڑھ چکی ہے کہ وہ ایک چھوٹی سی دھات کو ڈی فیوز کر کے دوبارہ اصل شکل میں لے آئے ہیں۔ ابھی انسانوں پر انہوں نے اس کے بے پناہ اخراجات اور انسانی زندگی کو لاحق خطرات کے باعث تجربہ نہیں کیا مگر جو تجربات اس وقت ہو رہے ہیں، وہ قرآن کی ہر اس بات کو ثابت کریں گے جو پیغمبروں کے ذریعے ہوئی۔ جیسے میں نے آپ کو سورۂ کہف کی آخری آیات سنائیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ خدا یہ کہتا ہے اے بندے! جس چیز تک تو تین ہزار سال کی محنت شاقہ کے ساتھ پہنچے گا، میں اسے اپنے بندے کو ایسے ہی عطا کر دیتا ہوں۔ جیسے کہ میں نے سلیمان کے پاس بیٹھے ہوئے آصف بن برخیا کو کتاب کا علم عطا کیا۔ اگر تم خدا کی طرف چلو، تو تب معجزہ ہوگا۔ یہ توکل، یہ انداز، یہ عبادت کے رنگ ہوں گے، تو ہوگا مگر خدا سے اتنی دوری، اتنی پستی کی باتوں سے کوئی اوسط نہیں رہ جاتی کہ انسان اپنے لیے خدا کی طرف سے کوئی خیر و برکت کی توقع کر سکے۔

واقعات کی ظہور پذیری کی ترتیب ملاحظہ کریں کہ جنگ عظیم، فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال چھ سال میں ہے اور دجال ساتویں سال نکلے گا۔ اب یہاں سب سے بڑی علامت ہے۔ اصل میں علامت کو ایڈجسٹ کرنا سب سے بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا، فتح قسطنطنیہ کی فتح کی جو جنگ عظیم ہے، وہ ایشیائے کوچک کے میدانوں میں لڑی جائے گی۔ اس وقت آج کی طرح کی تخصیص نہیں تھی اور صرف بڑے بڑے شہروں کے نام لوگوں کو آتے تھے، اس لیے جیسے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مسلمان مدینہ منورہ میں محصور ہو جائیں گے۔ اسرائیل کی فتوحات آگے بڑھیں

گی۔ کعبہ تک پہنچیں گی۔ دائمی قربانی موقوف ہوگی مگر وہ مدینہ کے اندر داخل نہ ہو سکیں گے۔ مدینہ کی حفاظت اللہ خود کرے گا' ملائکہ کریں گے۔ رستے میں خسف واقعہ ہوگا اور دشمن افواج کا رخ شام کی طرف موڑ دیا جائے گا جہاں حضرت مہدیؑ ان کا قتل عام کریں گے۔

حضورؐ ہر زمانے کی بڑی عقل ہیں۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی' جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ دنیا ختم نہیں ہوگی' یہاں تک کہ لوگوں پر ایسے دن نہ آ جائیں کہ قاتل نہیں جانے کہ اس نے کیوں قتل کیا اور مقتول کو معلوم نہیں ہوگا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا۔ عرض کی گئی ایسا کیوں ہوگا؟ فرمایا' قتل عام کے باعث قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہوں گے۔ اچھی خبریں ساتھ ساتھ ہیں۔ فرمایا میری امت کا ایک گروہ قیامت تک غلبے کے ساتھ حق کی خاطر لڑتا رہے گا۔ حتیٰ کہ عیسٰی ابن مریم نازل ہوں گے۔ ان کا امیر کہے گا کہ آیئے ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ فرمائیں گے نہیں۔ تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے امام ہو۔ یہ اللہ نے اس امت کو عزت بخشی ہے۔ یہ ساری صحیحین کی حدیثیں ہیں۔

البتہ ایک حدیث بڑی دلچسپ ہے جو بیہقی نے ''کتاب البعث والمنشور'' میں نقل کی ہے۔ حدیث کہتی ہے کہ دجال ایک سفید گدھے پر نکلے گا' جس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔ یہ وہ گدھا ہے جس کے بارے میں ایک اور حدیث کہتی ہے کہ وہ زمین پر بھی چلے گا اور ہوا میں بھی اڑے گا۔ یہ علامت ہے۔ اگر شکل وصورت دیکھیں تو میرے خیال میں فائٹر جہاز جیسا بدشکل گدھا کوئی نہیں ہوتا۔ اس کے کان بھی اتنے لمبے ہوتے ہیں اور رنگت بھی اس کی سٹیل گرے ہوتی ہے۔ یہ اشارہ ہے کہ دجال کی قوت زیادہ تر اس کی ایئرفورس میں ہوگی۔

فرمایا دجال شرق کی جانب سے مدینہ منورہ داخل ہونے کے ارادے سے آئے گا' یہاں تک کہ احد کے پیچھے اترے گا۔ پھر فرشتے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہیں ہلاک ہوگا۔ یہ متفق علیہ حدیث ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ دو عظیم لشکروں کی آپس میں جنگ نہ ہو جائے اور ان کا دعویٰ ایک جیسا ہوگا۔ یہاں تک کہ تیس کے قریب دجال ورکذاب آئیں گے۔ یہ دجال اصلی اور آخری ہوگا۔

یہاں بہت بڑے خطرے کی بات' جو آپ کو سنانی ہے' یہ ہے کہ فرمایا' تین نشانیاں جب نکل آئیں تو کسی جان کو اس کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا جبکہ وہ پہلے ایمان نہ لیا ہو یا اپنے

ایمان کے ساتھ نیکی نہ کمائی ہو۔ ان تین نشانیوں میں سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور دجال اور دابۃ الارض کا نکلنا ہے۔ دجال اور قیامت میں بہت بڑا بعد ہے اس لیے ہمارے زمانے تک ہمارے ایمان کو جو سب سے بڑا خطرہ ہے وہ دجال کی معاشرت اور انداز پر یقین کرنا ہے۔ حدیث میں دجال کے ساتھیوں کا بھی ذکر ہے۔ یہ مسلم کی حدیث ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا' اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کی پیروی کریں گے اور ان پر کالی سیاہ مخملی ریشمی چادریں ہوں گی۔ خیال یہ کہتا ہے کہ یہ ایک لفظ مسلم میں لفظ یہودی موجود ہے مگر عین ممکن ہے کہ ایسے لوگ موجود ہوں' جو یہودی ہوں اور ایران میں رہتے ہوں اور یہ جنگ عظیم ہو' تو وہ اس کا ساتھ دیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا' قیامت قائم نہیں ہوگی' جب تک زمین میں اللہ اللہ کہا جائے گا اور دوسری روایت ہے کہ ایسے کسی شخص پر قیامت قائم نہیں ہوگی' جو اللہ اللہ کہے گا۔ آپؐ نے فرمایا' چھ چیزوں سے پہلے اعمال کی جلدی کرو۔ زمین پر ایک دھوئیں نے آنا ہے' دجال' دابۃ الارض' سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' عام فتنہ اور خاص فتنہ' عام فتنہ وہ ہے جو فیشن کے طور پر سارے زمانے میں جائے گا۔ جبکہ خاص فتنہ وہ ہے جو خفیہ طور پر آپ کی ذاتی شخصیت میں آجائے گا۔ یہ دونوں فتنے ہیں۔

مگر اس میں ایک خوشخبری کی بات سنئے۔ میں آپ کو بری اور اچھی خبریں ساتھ ساتھ سنا رہا ہوں تاکہ آپ ایک متوازن ذہن کے ساتھ ان چیزوں پر غور کریں۔ فرمایا' قتل عام کے زمانے میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے جیسا ہے۔ حضرت اسماء بنت زیدؓ نے فرمایا کہ نبی کریم میرے غریب خانے پر جلوہ افروز تھے۔ آپ نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا' دجال کے آنے سے پہلے تین سال ہیں۔ پہلا سال آسمان تہائی بارش روک لے گا اور زمین تہائی نباتات روک لے گی۔ دوسرے سال آسمان دو تہائی بارش روک لے گا اور زمین دو تہائی نباتات روک لے گی۔ تیسرے سال آسمان ساری بارش روک لے گا اور زمین پر ساری نباتات اور جانور مرنے شروع ہو جائیں گے۔ اس وقت دجال کہے گا تمہارے جانوروں' تمہارے مال و اسباب اور تمہارے بھائیوں کی زندگی میرے پاس ہے۔ میں تمہارے بھائی زندہ کروں گا اور شیطان ان کے بھائیوں کی صورت بنے گا۔ ان کی کمانڈ بنے گا۔ حضرت اسماءؓ خاتون تھیں' فرمایا رسول اللہؐ ہم

آٹا گوندھتے ہیں' اس وقت جب ہمیں بھوک لگتی ہے۔ یعنی ہم بھوک روکے رکھتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ جب مجبوری ہو تو ہم روٹیاں پکائیں۔ اتنی زیادہ گرسنگی اور اتنی کمی کے وقت اس وقت مسلمانوں میں کیا حال ہوگا؟ فرمایا' وہی کفایت کرے گا جو آسمان والوں کو تسبیح و تقدیس کے ذریعے کفایت کرتا ہے۔

عمرو بن حرث نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت کی کہ ہم سے گفتگو کرتے ہوئے رسول اللہؐ نے فرمایا' دجال مشرق کی جانب سے سرزمین خراسان سے نکلے گا۔ خراسان افغانستان اور اس پورے علاقے کو کہتے ہیں۔ اس کی پیروی ایسے لوگ کریں گے جن کے چہرے کٹی ہوئی ڈھالوں جیسے ہوں گے۔ آپ نے شمالی اتحاد کے چہرے تو دیکھے ہوں گے۔ چپٹے' ناکیں چپٹی ساتھ۔

اس کا دوسرا حصہ یہود کی طرف آتا ہے۔ یہود جس نے یہوواخدائے یہود کو چھوڑ کر ایک نئے خدا کی پرستش شروع کی۔ اب اس کا خدا یہوو نہیں۔ اسماعیل اور ابراہیم کا خدا نہیں ہے۔ اب اس کا خدا امریکہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا' قیامت قائم نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ نہ کرلیں۔ مسلمان انہیں قتل کریں گے۔ یہاں تک کہ یہودی جس پتھر یا درخت کے پیچھے چھپا ہوگا' وہ درخت اور پتھر کہے گا' اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! میرے پیچھے یہودی ہے' اس کو قتل کر دو۔ سوائے غرقد کے درخت کے' کیونکہ وہ یہودیوں کا ہوتا ہے۔

پندرہ سو سال پہلے حضورؐ نے چار باتیں کہیں۔ تین پوری ہو چکی ہیں' چوتھی رہتی ہے۔ فرمایا' حضرت نافع بن عتبہؓ سے روایت ہے۔ مسلم کی حدیث ہے کہ تم جزیرہ عرب سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دے گا۔ پھر ایران سے جہاد کرو گے تو اللہ تمہیں فتح دے گا۔ پھر روم سے جہاد کرو گے تو اللہ تمہیں فتح دے گا۔ پھر تم دجال سے جنگ کرو گے اور اللہ تمہیں فتح دے گا۔ فرمایا' خدا کی قسم! ابن مریم تم میں ضرور نازل ہوں گے۔ جب دکھ اور اتنا عذاب بڑھے گا۔ بین الکائناتی ٹریجڈی کی حد تک بات پہنچے گی' تو پھر ضرور ابن مریم اتریں گے۔ آپ سرکارؐ فرما رہے ہیں کہ ابن مریم تم میں ضرور نازل ہوں گے۔ حاکم عادل کی صورت میں اور وہ ضرور صلیب کو توڑیں گے۔ ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور جوان اونٹنیوں کو کھلا چھوڑ دیں گے۔ محنت کا کوئی کام نہیں لیں گے۔

پھر آپس میں دشمنی' بغض اور حسد ختم ہو جائے گا۔

مشکل بات یہ ہے لیکن حضورؐ کہتے ہیں تو سچ ہے کہ دشمنی بغض اور حسد ختم ہو جائے گا۔ فرمایا' کیا حال ہو گا تم لوگوں کا اس وقت' جب عیسیٰ ابن مریم تم میں اتریں گے اور امام تم میں سے اپنا ہو گا۔ اور فرمایا' مجھے امید ہے کہ میری امت اپنے رب کی بارگاہ میں اس بات سے عاجز نہیں ہو گی کہ اسے نصف دن کی مہلت اور مل جائے۔ حضرت سعدؓ نے گزارش کی نصف یوم کتنا ہے' فرمایا' پانچ سو برس۔

جب حضرت عیسیٰ نزول فرمائیں گے تو ہر اچھا عیسائی' ہر اچھا مسلمان اور ہر اچھا یہودی حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا' مانے گا اور تمام مذاہب اللہ اور رسول اللہؐ پر یقین لائیں گے۔ نزول عیسیٰ اور ہدی پر یقین لائیں گے اور تمام جھوٹے خدا' جڑواں بہنوں اور بھائیوں کے مالک' بڑے بڑے بحری بیڑوں کے مالک رسوائی کے عالم میں جائیں گے۔

بظاہر ابھی کچھ نصیب میں رسوائی اسلام ہے۔ کچھ جنگوں میں شکست ہے کیونکہ ان ہنگاموں کے باوجود ابھی مسلمان کا ضمیر خالصتاً خدا کی توجہات کے لیے آمادہ نہیں ہو پا رہا مگر مجھے پورا پورا یقین ہے اور میں آپ کو اس بات کی بھی خبر دیتا چلوں کہ پاکستان وہ ملک ہے کہ حضورؐ نے فرمایا' مجھے ہند سے خوشبو آتی ہے۔ یہ خوشبو مال یا عبادات ظاہرہ کی نہیں ہے۔ خوشبو پھول میں ایک مخفی احساس کی طرح ہوتی ہے۔ یہ آپ کے ان افکار اور جذبوں کی ہے۔ آپ کی اس محبت کی ہے' جو رسول اللہؐ کے لیے آپ رکھتے ہیں۔ ہم وہ فاقہ کش ہیں' جو اسم گرامی محمدؐ پر جاں سپرد کرتے ہیں۔ اگر ہم بزدل ہی کیوں نہ ہوں' ہم اب بھی دو بنیادی پرستانہ آئیڈیاز کے مالک ہیں اور دنیا کی کوئی قوت پاکستان کے مسلمانوں سے یہ دو چیزیں نہیں چھین سکتی۔ ایک الوہیت یکتائی واحدنیت پروردگار اور دوسرا محبت رسولؐ پر ایمان ہے۔ اسی لیے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہند کے لوگ مجھ سے محبت رکھتے ہیں۔ ہم جن مسلمانوں کو عرب ملکوں میں جانتے ہیں' وہ کبھی نیشنلسٹ اور کبھی کمیونسٹ ہو جاتے ہیں مگر یہاں کے مسلمانوں کی اکثر دھڑکنیں اپنے رسولؐ کے لیے دھڑکتی ہیں۔ یہ وہ دل ہے' جو اسلام کے ہر نقصان پر رنجیدہ اور اسلام کی ہر فتح پر تفاخر کا اظہار کرتا ہے۔

اب حالات اپنا فائنل راؤنڈ لینے میں زیادہ وقت نہیں لیں گے۔ میرا اندازہ ہے اگرچہ میں وقت مقرر نہیں کر سکتا' مگر میرا دل یہ کہتا ہے کہ اس تمام تغیر اور تمام واقعات و حادثات کے

وقوعے کو صرف سات سال کا عرصہ باقی ہے۔ واقعات بڑی جلدی جلدی ظہور پذیر ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اس سات سال کے عرصے میں وہ ڈرامہ' جو حضرت دانیال کو خواب میں دکھایا گیا اور اسرائیل نبی کو جس کی خبر دی گئی' وہ ان شاء اللہ بہت جلد اس آیت قرآن تک پہنچنے والا ہے کہ هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله (پ ۲۸' س الصف' آیت ۹)

اسلام کی قبائلی تعبیر

ایک وقتی' مختصر اور مشتعل معاشرہ کسی بھی صورت میں اسلام کی نمائندگی نہیں کر سکتا۔ میں افغانی معاشرے کو اسلامی معاشرہ کیسے کہہ سکتا ہوں۔ وہاں اس قسم کی حکومت کو میں کیسے اسلامی کہہ سکتا ہوں؟ مگر میرا دل بہر حال ان کے کلمہ گو ہونے کی وجہ سے دکھتا ہے۔ ایک کہے بنے مسلمان ملک کی تباہی ہمارے دل پر بہت گراں گزرتی ہے۔ اگر چہ میں ان کو اسلامی کلچر' مذہب' رویا اور تہذیب کا کبھی بھی نمائندہ نہیں سمجھ سکتا' جن میں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ کی آٹھ حدیثیں ہیں مسلم کی اوپر تلے کہ اعتدال اختیار کرو اور اگر مکمل اعتدال نہ ہو سکے تو اس کے قریب ترین رہو۔

افغانستان میں جس قسم کا کانسیپٹ مذہب کا جاری تھا' وہ محض اسلام کی قبائلی تعبیر تھی۔ اپنے مقاصد کو سوٹ کرتے ہوئے مذہبی قوانین کو ہم اختیار نہیں کرتے۔ مجھے افسوس ہے کہ آج ایک مسلمان مغرب میں جاتا ہے اور ان کے کلچر سے اتنا متاثر ہوتا ہے کہ جب تک جوانی نہیں گزر جاتی' اس کا اخلاق پلٹنے کو نام نہیں لیتا۔ ایک ہمارا وہ وقت تھا کہ جب مسلمان کسی بیرون ملک جاتا تھا' اصحاب کے دور میں تو ایک ملک کو مسلمان کر کے پیچھے ہٹتا تھا۔ کیا آپ کے پاس کوئی ایسی شہادت ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے اسلامی ملک انڈونیشیا میں کوئی فوج اتری تھی؟ کوئی جنگ ہوئی' جس میں کوئی مسلمان اترے تھے' اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی ہمارے کلچر میں اتنی خوبصورتی تھی' مسلمان کے انداز میں اتنا حسن اور ایسی جلوہ گری تھی کہ مضبوط سے مضبوط کلچر بھی اس سے متاثر ہو جاتا تھا۔

آج ہم دریوزہ گر مغرب اور فقیران مروت مغرب ہیں۔ ہم اپنی کشکول لیے ان سے کلچر اور اخلاق کی بھیک مانگتے ہیں۔ یہ سرے سے اسلام نہیں۔ مسلمانوں کے پاس صرف ایک

اعتقاد رہ گیا ہے۔ اگر ان سے پوچھ لیا جائے کہ اللہ کتنے ہیں تو جھٹ سے جواب دیتے ہیں' ایک اور اس کو بھی ہم نہیں جانتے۔ آپ افغانستان کی بات کرتے ہیں' میں ساری دنیا کی بات کرتا ہوں۔ اقبال نے کہا تھا کہ ہر بحران اور مصیبت میں اسلام نے مسلمانوں کی مدد کی۔ مسلمانوں نے کبھی اسلام کی مدد نہیں کی۔

پھر یہ وہی نظریہ ہے جو بارہ اور چودہ سو سال سے مسلسل متحرک اور ایک فعال نظریہ رہا ہے۔ یہ نظریہ ایک ملک کی جنگ دوسرے ملک سے نہیں کراتا۔ یہ وہ نظریہ ہے جو چودہ سو سال سے ہر دوسرے نظریہ پر غالب رہا اس لیے کہ خداوند کریم نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں' میرے رسول' میرے مومنین اور میری کتاب تمام ان لوگوں پر غالب رہیں گے جو اس کے خلاف جنگ کریں گے مگر جب کتاب نہ رہے گی' مومنین نہ رہیں گے' حرمت رسولؐ اور محبت پروردگار نہ رہے گی تو افغانستان کیا پاکستان کیا' سب ایک چٹیل بیابان ہیں' جہاں انسان نہیں بلکہ تھور کی فصل اگتی ہے۔

میں نے یہ لیکچر بالخصوص آلودہ خاطروں اور ان اداس لوگوں کے لیے دیا ہے جن کے دل نا امیدی' یاس اور اس قسم کے ہزاروں وسواس کی زد میں ہیں۔ جو یہ سوچتے تھے کہ کیا پتہ پھر بھی اسلام سربرآوردہ ہو کہ نہ ہو۔ اسلام ہر حال میں سربرآوردہ ہوگا' چاہے مسلمان کتنی ہی پستی میں کیوں نہ گر جائیں' اس لیے کہ خدا کو اسلام کو فتح دینے کے لیے کسی مسلمان گروہ اور جماعت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ ایک شخص موسیٰ کی مدد سے تین سو سالہ رعمسیس دوم کی حکومت جابرانہ کو پلٹ سکتا ہے تو وہ کیا آپ کو فتح و نصرت عطا نہیں کر سکتا؟ اس کے لیے کیا مشکل ہے؟

مگر اپنی طرف سے کچھ کیے بغیر آپ آسمانوں سے معجزات کی توقع رکھیں' مجھے یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اللہ نے کہا' میرے بارے میں سستی نہ کرنا' غم نہ کرنا' تمہیں کچھ مشکلات ضرور آئیں گی مگر تم ہی غالب رہو گے۔ ان کنتم مومنین' اگر تم مومن ہو۔ مسئلہ تو سیدھا سا ہے کہ ہم مومن نہیں ہیں۔ چاہے افغانستان میں ہوں یا پاکستان میں اور چاہے عربستان کے ریگزاروں میں ہوں۔ ہم نے اپنی چراگاہوں کو سنوارا نہیں ہے۔ ہم نے دنیاوی معیشت کو استوار نہیں کرنا۔ بلکہ ہم نے اپنے بنیادی خدا کے کلچر کو درست کرنا ہے۔ ہم نے اپنے اللہ سے انس' محبت اور اخلاص کی رسم ڈالنی ہے۔ پھر دیکھو وہ آپ کی طرف کیسے پلٹتا ہے۔ وہ کہتا ہے' تم ایک قدم آؤ گے' میں دس آؤں گا۔ تم تیز چلو گے' میں بھاگتا ہوا آؤں گا۔ یہ وعدہ پروردگار ہے اور خدا سے سچا قول کس کا ہو

سکتا ہے۔مخالف دنیا ایک فاسقانہ تحق سے بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے آپ سے پہلے کہہ دیا کہ ان کو دو کمپلیکس ہیں۔ مذہب اور دوسرا مانیٹری کمپلیکس۔ ان کی ان بلٹ اکانومی کے کوئی ذرائع نہیں ہیں۔ انہیں آپ سے وسائل کی ضرورت ہے۔ چاہے مروت سے لیں' چاہے جنگ سے لیں۔

گاہ حیلہ می بردگاہ بزوری کشد

آپ پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے وہ ہر طریقہ استعمال کریں گے۔

دوسرا ان کا مدتوں کا صدیوں کا وہ کمپلیکس ہے جب 1099ء میں یروشلم کو فتح کرنے کے بعد جنگ منصورہ میں ان کے متعدد بادشاہ یورپ سلطان رکن الدین بیبرس کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور یہ آخری جنگ صلیب تھی۔ کیا اس کے بعد ان کو افسوس اور صدمہ ان کے خوابوں اور کتابوں اور ان کے ایک ایک حرف میں صلیب کی صورت میں جھلکتا نظر نہیں آتا؟ کیا اداسی امڈتی نظر نہیں آتی؟ کیا مسلمانوں سے ان کا رویہ آپ کو بتاتا نہیں ہے کہ انہوں نے کبھی آپ کو فرسٹ ریڈ سٹیزن شمار نہیں کیا۔ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن کے اپنے کمپلیکس کی یہ انتہا تھی کہ قرطبہ میں جب 80 ہزار حمام تھے اور ہر جگہ اسٹریٹ لائٹ موجود تھی' اس وقت فرانس کے شانزالیزے میں گھٹنے گھٹنے پانی کھڑا ہوتا تھا اور اعلیٰ ترین خواتین فرانس بھی آدھی ٹانگوں تک پائینچے اتار کر اپنے گھروں کو جاتی تھیں۔ یہ وہ کلچر تھا۔ وہ ہمیں کلچر سکھا رہے ہیں۔ یہ وہی قوم ہے کہ شارلمین کے دربار میں جب بغداد کے خلیفہ کا تحفہ ایک گھڑی پہنچی' تو سارا دربار اس لیے اٹھ کے بھاگ گیا کہ یہ جادو کا کرشمہ لگتا تھا۔

ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم دفاع نہیں کر رہے۔ ہمیں ان کے خلاف کوئی ڈیفنس نہیں دینا۔ ہمیں بس اپنی روایت' اپنی محبت' اخلاق اور اپنے دستور کے مطابق اپنے آپ کو تیار کرنا ہے۔ ان کی ترقی ہمیں مسحور نہیں کرتی بلکہ اپنی غربت اور اپنا زوال ہمیں رسوا کر رہا ہے۔ جس چیز کی آج ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہم خدا کے ساتھ کیا تعلق قائم کریں اور اپنے مذہب کے حوالے سے کسی تعصب' ضد اور تنگ نظری سے ماورا اعتدال' مروت اور محبت کا رشتہ بحال کریں۔ یہی وہ لوگ ہیں' جو مہدی کے ساتھ ہوں گے۔ ہزاروں لوگوں کے دعویٔ مہدویت کو میں نے سپورٹ نہیں کیا مگر اس شخص کو میں کیسے روک سکتا ہوں' جیسے رسولؐ نے اس دنیا میں اذن باریابی دے دی ہو یا جسے خدا نے اس زمین میں اسلام کے احیاء اور تجدید کے لیے پیدا کیا ہو۔ اسے میں اور آپ کیسے روک

سکتے ہیں؟

باقی رہی جھوٹوں کی بات‘ تو ہم میں سے اس وقت بھی کوئی مرزائی نہیں ہے۔ جھوٹوں کے گروہ کا اللہ کے فضل و کرم سے امت مسلمہ میں سٹنٹ زیادہ دیر چلا ہی نہیں ہے۔

ملا عمر کا خواب اور افغانستان

’’ملا عمر کے جھوٹے خواب کی وجہ سے افغانستان میں تباہی آئی‘‘ میں نے یہ تو نہیں کہا۔ میں نے یہ کہا تھا کہ ملا عمر کے نام کے ساتھ منسوب مسلسل اخباروں میں اس خواب کو ایڈورٹائز کیا گیا۔ اس کے علاوہ لبادہ رسول کو مسلسل دکھایا گیا۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو ہمارے دشمنوں نے ملا عمر کی تحقیر کے طور پر نہیں معاذ اللہ! استغفر اللہ! توہین پیغمبر کے ضمن میں مسلسل دکھائیں۔ اگر مجھے غم کرنا ہو تو آپ مجھے بتائیں کہ میں ملا کا غم کروں یا توہین رسالت کا؟ اس خبر میں ساتھ یہ لفظ شامل کیے گئے کہ ملا عمر کو حکم ہوا کہ افغانستان میں جہاد کرے۔ امن اور حکومت قائم کرے اور دشمنوں سے لڑے۔ یہ خواب ایسے وقت میں آیا‘ جب یہ کام ہو چکا تھا اور وہ امریکہ سے لڑ رہا تھا۔ یہ خواب اس تائید میں آیا کہ ملا نہ صرف جہاد میں امریکہ کو شکست دیں گے‘ بلکہ فاتح ہوں گے مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ اس کی بنائی حکومت بھی خس و خاشاک کی طرح بہہ گئی۔ اب اس میں کوئی بھی مسلمان میرے سوا اس خواب کو کس ضمن میں رکھے گا؟ آپ کتنی تائید اس کی کریں گے اور کتنی تصدیق چاہیں گے؟

اسی سوال کا جزوی حصہ ہے کہ قرآن و حدیث کی رو سے یہ کیسے پتہ چلا کہ یہ جھوٹ ہے؟ یعنی خواب جھوٹ ہے۔ کتنی سادہ لوحی کی بات ہے۔ میں نے آپ کو دو خواب سنائے اور ان کی تعبیر آپ کو بتائی کہ اگلے دن نکلی۔ یہ خواب اپنی تعبیر کے بالکل برعکس ثابت ہوا۔ یعنی کیا عجب بات ہے کہ رسول اللہ بشارتِ فتح‘ اتحاد اور اتفاق دے رہے ہوں اور واقعہ یہ پیش آیا ہو کہ حکومت رہے نہ ملک رہے‘ نہ استحکام رہے بلکہ ہر چیز زار و نزار ہو جائے۔ ایک انگریزی اخبار نے بڑا عجیب و غریب ٹائٹل لگایا تھا کہ تاریخ کے واحد امیر المومنین ہیں‘ جو مفرور ہیں۔ یہ میں نے نہیں کہا‘ یہ ایک مغربی تاریخ دان نے مسلم امہ پر طنز کرتے ہوئے کہا۔ آپ ان باتوں کو برداشت کر سکتے ہیں مگر جس کو خدا اور رسولؐ سے انس اور محبت ہے جس کو امت اسلام کا مستقبل عزیز ہے جن کے دل و

دماغ میں اسلام کی توقیر اور عزت ہے وہ یہ سوال کرنا چاہیں گے کہ ایسا کیوں ہوا؟ انہوں نے رسول اللہؐ کے خواب کو کیوں استعمال کیا؟

اب اسی سوال کا تیسرا حصہ سنئے کہ اگر ملا عمر کے خواب کی بدولت افغانستان کی تباہی ہوگئی تو طاہر القادری صاحب کو تو خواب بیان کیے آٹھ سے دس سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔ پھر پاکستان کی تباہی کیوں نہیں ہوئی اور اگر آپ کے بقول آنی ہے تو کب آئے گی؟ آپ عدالت کے فیصلے کے علاوہ قرآن وحدیث سے جواب دیں؟

اب اس کا میں کیا جواب دوں سرکار؟ اگر طاہر القادری امہ کے کسی معقول حصے کی نمائندگی نہیں کرتے نہ وہ امہ کے کسی بڑے حصے پر حق رکھتے ہیں' تو اس میں امہ بے چاری کا کیا قصور ہے؟ اگر اس میں سے کوئی آدمی دیوانگی شعور کے عالم میں نئے نئے دعوے کرے' تو اس میں میرا اور آپ کا کیا قصور ہے؟ مگر افغانستان میں صورت حال یہ ہے کہ ان کا رہنما' ان کا حکمران اور قیادت کرنے والا اور سب جس کو فالو کر رہے تھے' یا س کا دعویٰ تھا' اس لیے وہاں تو آفت کا آنا نہ آنا جائز تھا مگر ہمارے ہاں حضرت علامہ کی وہ حیثیت نہیں ہے کہ ہم ان کی خاطر خواہ مخواہ کولہو میں پس جائیں۔

ملا عمر' جواب در جواب

ہمارے معزز دوست کو جو بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ ہم نے صرف ان کو اسلامی حکومت کے حوالے سے اپنا نمائندہ ماننے سے انکار کیا' اس لیے اگر وہ افغانستان میں بحیثیت افغان مسلمان لیڈر کے لڑ رہے ہیں اور لڑ رہے تھے' تو ہمیں اس پر کوئی قطعاً کلام نہیں ہے۔ آغاز میں امیر المومنین کے ٹائٹل نے مجھے بہت دکھ دیا تھا' اس لیے کہ امیر المومنین کے ٹائٹل کا کوئی مسلم اس وقت دعویٰ کر سکتا تھا نہ اس وقت اس ٹائٹل کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ مسلم ہم ضرور اپنے آپ کو کہہ سکتے ہیں' مگر مومن ہم اپنے آپ کو کلیم اس لیے نہیں کر سکتے کہ یہ باطنی پرکھ ہے' جو صرف اور صرف اللہ کے پاس محفوظ ہے۔ اس دور میں جب ایک سادہ سا حل موجود ہو تو پرانے لوگوں کی طرح انہوں نے امیر المومنین کے ٹائٹل استعمال کر کے پہلی فقہی غلطی کی ہے' جو ان کی مذہبی امور کے متعلق فہم کے فقدان کو ظاہر کرتی ہے۔

دوسرا بہت سارے قوانین انہوں نے پہلے ہاتھ ہی ایسے بنا دیے جس سے بجائے اسلام سے محبت پیدا ہونے کے ایسے لگتا تھا' جیسے اسلام ان پڑھ بچوں کے ہاتھ میں الجھ گیا ہے۔ مثال کے طور پر پگڑی کا کوئی مسئلہ قرآن میں نہیں ہے۔ میرے معزز دوست نے بھی اس وقت پگڑی نہیں پہنی ہوئی۔ جب انہوں نے پگڑی کو مذہب کا لازمی عنصر قرار دیا اور جس شخص نے بھولے سے بھی پگڑی اتاری' اسے میاں خوجی کی طرح چپت پڑ گئی۔ اسی طرح جو ٹیمیں ادھر فٹ بال کھیلنے گئی تھیں' وہ بے چارے نیکر پہن کر فٹ بال کھیل رہے تھے۔ ان کے سر منڈوا دیے۔ جوتیاں ماریں اور ان کی اتنی ذلت کی کہ آئندہ وہ کبھی فٹ بال کھیلنے کا نام نہیں لیں گے۔

سو مسلسل یہی احمقانہ روایات کی بنیاد پڑ گئی۔ اگر ہم اس طرز عمل کو اسلام مانیں' تو پھر ملا واقعی امیر المومنین ہیں مگر ان کا اسلامی فہم اتنا کم تھا کہ جب عورتوں کو پردے کا حکم دیا تو بوڑھی عورتوں کو جن کو نظر بھی نہیں آتا تھا' بازاروں میں دھکے کھانے کے لیے چھوڑ دیا اور قرآن کے اس حکم کو نظر انداز کیا کہ عورتیں بوڑھی ہو جائیں تو ان کو چھوڑ دو جیسے چاہیں گزر کریں۔ اسلام تو ہر چیز میں ہر جگہ کو ایک مقصد دیتا ہے۔ اس کا ایک عہد رکھتا ہے۔ ہم نے یہ دیکھا کہ وہ ایک قبائلی مذہب کی نمائندگی کر رہے تھے مثلاً پگڑی قبائلی رواج ہے' اسلامی رواج نہیں ہے۔ اسی طرح شخص کا پاؤں کھولنا یا نہ کھولنا اس کے گھٹنے سے اوپر مرد کا ستر تو صرف ران ہے۔ ایک بہت بڑے امام حضرت معاذ بن جبل نے اس طرح سنن ابی داؤد کے مطابق نماز پڑھائی اور اس طرح کہ مسلم کے مطابق ان کا ستر بھی عریاں ہوتا تھا۔ پندرہ پندرہ گز کی شلوار قمیصوں سے تو مذہب قائم نہیں ہوتا۔

اگر ان کو اپنا مذہب بنانا تھا' قائم کرنا تھا' تو اسے مذہب کے حوالے سے نہ کرتے۔ اپنے آپ کو امیر المومنین کے حوالے سے متعارف نہ کرواتے۔ پھر ذرا سا دباؤ آیا' تو انہوں نے فوراً پیغمبر کو ملوث کرلیا۔ پیغمبر کو نہ صرف شامل کیا' بلکہ ملکی اور غیر ملکی میڈیا' بلکہ پاکستانی میڈیا میں انٹرویوز اور بات چیت ہو رہی ہے۔ بیان دیے جا رہے ہیں کہ ملا کو ایک عام آدمی نہیں بنایا جا رہا بلکہ انہیں ایک انتہائی وجود کے طور پر پیش کیا جا رہا تھا۔ ملا دلیر ہے' شجاع ہے۔ اس نے جو کچھ بھی کیا یا امریکیوں کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ ایک قبائلی سردار کے طور پر سراہتے ہیں' لیکن بطور ایک اسلامی حکمران نہیں۔

اسامہ ٗ افغانستان ٗ امریکہ

(ڈاکٹر عبدالجلیل خواجہ) ہمیں میڈیا سے پتہ چلا کہ اسامہ بن لادن کا کسی زمانے میں جب افغانستان میں روس کے خلاف جہاد ہو رہا تھا ٗ اس سارے جہاد کو منظم کرنے میں بڑا کردار تھا۔ اسے اپنے خاندان سے جو بزنس ایمپائر ورثے میں ملی ٗ اس کی مزید توسیع کے لیے امریکی سی آئی اے نے معاونت کی جس سے اسے بہت سے نفع بخش کاروباروں میں سرمایہ کاری کرنے میں مدد ملی۔ سو اس کا مانیٹری سیٹ اپ اتنا وسعت اختیار کر گیا کہ امریکیوں کو بھی اس کا علم نہیں ہے۔ کہاں کہاں اس کی سرمایہ کاری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکیوں نے اس کی تمام تجارتی سرگرمیوں کی سہولتیں فراہم کیں اور پروموٹ کیا لیکن یہ کہنا کہ وہ اس وقت امریکی ایجنٹ ہے ٗ مشکل ہے۔

لوگوں کے تجزیے کے مطابق اس جہاد کے دوران اس نے اتنی قربانی دی ہے۔ وہ اپنی آرام دہ زندگی چھوڑ کر جہاد میں شریک ہوا ٗ تو اس کے پس منظر میں یہ ہے کہ امریکیوں نے وعدے کیے تھے کہ وہ افغانستان کو آباد کرنے میں مدد دیں گے یا فلسطین کا جو بنیادی ایشو ہے ٗ اس کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہوں گے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا تو اسامہ نے انتقام لیا اور یہ کہا کہ امریکہ نے بدعہدی کی۔ چنانچہ اس نے جہاد کا رخ امریکہ کی طرف موڑ دیا لیکن یہ کہنا کہ اسامہ امریکہ کا ایجنٹ ہے ٗ میرے ذاتی خیال میں اس کی فتح یا اس کی شکست کو ہمیں اپنے ذمے نہیں لینا چاہیے۔ ہم جان چھڑانا چاہتے ہیں یہ کہہ کے کہ اسامہ تو امریکہ کا ایجنٹ تھا۔ سو جو کچھ ہوا ٗ اس کا ذمہ دار اسامہ ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہ ثابت کرنا نظری نہ عملی کسی طور پر ممکن نہیں ہے۔

دو مسلمان فریقوں میں جہاد

اگر افغانستان میں کفر سے لڑ رہے ہوتے ٗ تو پھر ہم کہہ سکتے تھے کہ ان کی ریاست نے ایک پیغام جاری کیا مگر چونکہ طالبان نے جنگ کے ذریعے نہیں ٗ بلکہ پیسے کے ذریعے شکست کھائی اور بڑے بڑے طالبان کے قریبی لیڈر بھی ڈالرز کے دھوئیں میں اڑ گئے تو اس سے دو باتوں کا احساس ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ طالبان اس سطح کے اپنے عوام میں مقبول نہ تھے جیسے کہ وہ شروع میں

دکھائی دیتے تھے۔ دوسرا ان کے حریف بہت تھے اور قبائلی معاشرے پر استوار جو قبائلی علاقے تھے انہوں نے اپنے اپنے فوائد کو فوراً ہی طالبان کی حکومت سے علیحدہ کر لیا اور وہ دوسری جگہوں سے فوائد لینے کے چکر میں پڑ گئے۔

میں آپ سے جوابی سوال کرنا چاہتا ہوں' جو بڑا دلچسپ ہے کہ جناب محمد عمر نے اپنا ٹائٹل امیر المومنین رکھا تھا۔ جب مومنین کو دیکھا تو وہ ڈالر کے پرستار نکلے۔ میں یہ سوال کرسکتا ہوں کہ یہ کون سے مومن تھے اور کن لوگوں نے بلندیٔ اسلام کے لیے بہ روایت صحابہؓ جدوجہد کی اور کتنا آسان ہوا ایک غیر قوم کے لیے اتنی دور سے آ کر ان مسلمانوں میں افتراق اور انتشار کا بیج بونا اور ان کو ذلت ورسوائی سے ہمکنار کرنا۔ آخر کیوں؟

رسولؐ کا خواب اور حنفی مذہب

سوال یہ نہیں تھا جیسے میں نے اس سے پہلے جو خواب بتایا' وہ شافعی عالم کے لیے تھا۔ شیخ محمد بن عبدالرحمٰن الجزری شافعی عالم تھے۔ مگر حضورؐ کے اس خواب کے مطابق یہ ایک پیش گوئی بن جاتی ہے کہ برصغیر میں حنفی فقہ کو عروج ہوا۔ پھیلا اور بڑھا۔ میں صرف آپ کو یہ بتا رہا تھا کہ صداقت دیکھیے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کی ایک صفت ہے کہ وہ بہت ہی زیادہ ذہین فطین تھے۔ وہ اتنے بڑے محدث یا مفسر نہ ہوں' مگر ان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انسانی مسائل پر انتہائی گہری نظر رکھتے ہوئے انہوں نے ایک انوکھی مربوط اور مضبوط فقہ مدون کی ہے' جو بڑھتے ہوئے اسلامی معاشرے کے لوگوں کے مسائل کو کور کرتی ہے۔ اس لیے قدرتی طور پر اگر رسول اللہؐ کو اپنے اس غلام سے زیادہ انس ہو تو عجیب نہیں لگتا۔

دجال اور مہدی کا وقت

دجال کا وقت آیا نہیں' بلکہ دجال اپنے وجود کو مشخص کر چکا ہے۔ حضرت دانیال سے لے کر جو واضح پیش گوئیاں ہمیں ملی ہیں' اس کے مطابق یہ ایک سسٹم بھی ہے اور ایک فرد بھی ہے۔ بحیثیت ایک سسٹم اس کی نشاندہی ہو چکی ہے۔ دجال نے 40 برس تک زندہ رہنا ہے اور اس سے لڑنا ممکن نہیں ہے۔ اس کا اگلا نشان یہ ملتا ہے کہ وہ اصفہان سے خروج کرے گا۔ یہی لگتا ہے کہ اگلی

بڑی جنگ کا خروج ایران پر حملہ سے ہوگا۔ اس سے مزید وضاحتیں ہمارے سامنے آئیں گی۔

لوگ حضرت امام مہدی کے تصور کو بڑی حیرت سے دیکھتے ہیں اور بڑا استعجاب تو قع اور تلاش رکھتے ہیں۔ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ امام مہدی اتنی بڑی دنیا میں اتنی بڑی مخلوقات اور متضاد نظریات کے لوگوں میں شاید اپنا تشخص نہ پاسکیں۔ میرے خیال کے مطابق دجال کے خروج اور مہدی کے ورود کی واضح ترین علامتوں میں سے ایک تیسری عالمی جنگ ہے جو اس کا ایک مظہر ہوگی۔ تیسری عالمی جنگ میں بہت ساری زندگیاں اور چیزیں تباہ ہو جائیں گی۔ اس کے بعد بچے کھچے لوگوں میں مہدی کا نزول یا ورود ایک بڑی ہی ممکنہ بات لگتی ہے۔ اس وقت ہر آدمی اپنے مربی اور محسن کو ڈھونڈ رہا ہوگا تو مہدی کا ڈھونڈنا مشکل نہیں ہوگا۔

مگر اس وقت چھ ارب لوگوں میں اگر مہدی نمودار ہوں تو مسلمانوں میں اتنی گہری تقسیم کے باعث ممکن ہے انہیں تسلیم نہ کیا جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک بڑی جنگ اور تباہی کے بعد کچھ لوگ بچ جائیں اور وہ مسلمان اور عیسائی بھی ہوں۔ کسی نہ کسی پناہ دینے والے یا کسی کراماتی انسان کی تلاش میں ہوں اور اسے وقت میں امام مہدیؑ کی پہچان مشکل نہ رہے۔

آپ نے سورۂ بقرہ میں مصور فی الارحام کا ذکر کیا ہے تو دجال اگر خدا کی طرح کے کام انجام نہ دے گا تو وہ دجال کہلوانے کا مستحق نہیں ہوگا۔ جیسے دجال کے بارے میں ایک حدیث ہے کہ ایک گدھے پر سوار ہوگا جو زمین پر چلے گا اور آسمانوں میں اڑے گا بھی اور اس کے کان چالیس چالیس ہاتھ لمبے ہوں گے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد اتنی تیزی انسانی ایجادات میں آئی ہے اور انسان اس قدر تیز رفتاری سے سائنسی میدان میں ترقی کر رہا ہے کہ یہ فنا ایک غیر معمولی نظام کی نشاندہی کر رہی ہے۔ بہت سارے لوگ امریکہ کو واقعی خدا سمجھتے ہیں۔ ان کے دعوے کو دیکھیں تو وہ کہتے ہیں کہ وہ دنیا کی ایک عظیم ترین قوم ہے۔ آپ ایک بڑی قوم کے ایک عظیم فرد کی طرح اس کے شہری بن رہے ہیں۔ اس پر آپ کو فخر ومباہات ہونی چاہیے۔

ایک دوسری حدیث ہے کہ دجال کے ساتھ زیادہ تر بغیر شناخت کے بچے ہوں گے۔ یعنی وہ لوگ ہوں گے جن کے ماں باپ کا پتہ نہیں ہوگا۔ امریکہ میں اکثر نوجوان کہتے ہیں کہ انہیں اپنے والدین کا علم نہیں ہے۔ پھر دجال کے ساتھ زیادہ عورتیں ہوں گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ

حرص میں عورتیں مردوں سے نسبتاً زیادہ تیز ہیں۔ ایک حدیث کے مطابق زمانے کے موڈ اور مزاج میں خواتین بدلتے رجحانات کو جلد اختیار کرتی ہیں۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ تمام آثار ایک جدید ترین میکینیکل' سائینٹفک معاشرے کے ہیں' جو اس وقت یورپ میں جاری ہے اور تمام اطلاعات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ وہ وقت آنے والا نہیں بلکہ آچکا ہے۔ اب کچھ دو چار اصلاحات تین سے پانچ برس میں قائم ہوں گی۔ مجھے امریکہ میں بہت سے امریکی نوجوان ملے جو اپنے ملک کو اس خوف سے چھوڑنا چاہتے تھے کہ ان کو ایک تیسری جنگ عظیم شروع ہونے کا خوف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنہیں ہم بہت زیادہ ترقی یافتہ سمجھتے ہیں' وہ بھی Occult کے اتنے ہی قائل ہو سکتے ہیں' جتنے کہ ہم ہیں۔

دوسری جنگ عظیم میں گوبلز نے جرمنوں کی طرف سے نوسٹر ڈیمس کی وہ پیش گوئیاں لاتعداد چھپوا کر جہازوں کے ذریعے یورپی ممالک میں پھیلائیں' جن میں یہ درج تھا کہ ایک بہت خوفناک انسان جنگ اٹھائے گا اور وہ یورپی ممالک کو تباہ کر دے گا۔ امریکیوں نے دیکھا کہ نوسٹر ڈیمس کی کتاب میں ایک نئے ملک کا ذکر بھی ہے' جو ہٹلر کو شکست دے گا اور وہ روحِ مسیح کو فنا کرے گا' تو انہوں نے جوابا یہ پیش گوئی صدر روزویلٹ کے حکم سے چھپوا کر جہازوں سے پھینکنی شروع کر دی۔ پروپیگنڈہ وار میں نوسٹر ڈیمس دونوں طرف سے استعمال ہوا۔ اب بھی امریکی عوام متوقع ہیں کہ کوئی بڑی تباہی آنے والی ہے۔ اس تباہی سے پہلے پہلے ہم کسی محفوظ جگہ میں چلے جائیں۔

تباہی' خوف اور دہشت کا تصور ہر حال میں یورپی دنیا میں موجود ہے۔ ان کی سب سے بڑی نفسیاتی بے چینی تیسری جنگ عظیم کے حوالے سے ہے۔ خوف خوف کا باعث بنتا ہے۔ ان کے بہترین تجزیہ نگاروں کا تجزیہ ہے کہ اگر دنیا میں کوئی چیز امریکی بالادستی' عالمی امن اور ان کی پرآسائش زندگیوں کو معرض خطرے میں ڈال سکتی ہے' تو وہ اسلام ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک اس سے پہلے کہ مسلمان کوئی کارروائی کریں' تم پہل کر جاؤ۔

چنانچہ ہر تیسرے چوتھے ہفتے ''جنگجو اسلام'' پر ان کے میگزینوں ''نیوز ویک'' اور ''ٹائم'' میں ضرور کچھ نہ کچھ چھپتا ہے۔ اس میں وہ اس خطرے کو مسلسل نمایاں کر رہے ہیں کہ ایک اور صلیبی جنگ وقوع پذیر ہو سکتی ہے۔ مسلمان یکجا ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ان کو کسی بھی قیمت پر

طاقت کے حصول سے روکا جائے۔ ایک بڑی دلیل پاکستان کے خلاف یہی ہے۔ اسی طرح کی بڑی دلیل ایران کے خلاف بھی ہے' جو انٹرنیشنل میزائل بنانے کی راہ پر ہے۔ روس ایران کی بم بنانے میں مدد کر رہا ہے۔ فوری طور پر دجال کی توجہ عراق پر ہے۔ اس کے بعد ایران پر حملے سے چیزیں تیزی سے اور وسیع پیمانے پر پیش رفت کریں گی۔ اس سے مکمل تباہی کی ابتداء ہو جائے گی۔ اس لیے اب دجال کوئی تصوراتی شے نہیں رہی۔ یہ مالک کا گروپ ہے۔ یہ ٹھاٹ کا سسٹم ہے اور اس کے ساتھ ایک بڑا انسانی فرد کسی وقت بھی اس قیامت کا باعث بن سکتا ہے۔

دجال کا ساتھ دینے والے

میرا خیال یہ ہے کہ سوال ہمارے پس منظر میں جانہیں پاتا۔ جب تک ہم یہ نہ دیکھیں کہ جن لوگوں نے ساتھ دیا ہے' ان کی مجبوریاں کیا تھیں؟ صورت حال کو دیکھنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات سینئر حاکم ایک تباہی اور اپنی قوم کی ذلت دیکھتا ہے' وہ اس سے گریز کرنے کے لیے کچھ ایسے قدم اٹھاتا ہے جو بظاہر ہمیں اچھے نہیں لگتے ہیں۔ اس میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ ضرور نقل کر دوں کہ ہر وہ کوشش' جو اسلام کو مزید کمزور اور اسے مزید رسوا کر دے' وہ اخلاقاً منع اور ممنوع ہے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جس عالم میں آپ کی کسی بڑی جنگ کے لیے تیاری نہیں تھی' لوگ تیار ہیں نہ آپ کے پاس ایسے اسباب مہیا ہیں۔ اگر اس عالم میں آپ جنگ چھیڑ دیتے ہیں' تو عقل و معرفت یا دنیاوی حقائق یہ کہتے ہیں کہ چلو اگر ہم بالکل نہ بھی مرتے تو ایک بہت بڑے بحران اور نقصان سے آشنا ہوتے۔

دوسرا میں پاکستان کے تناظر سے بات کرتے ہوئے کہہ رہا ہوں کہ ہمارے خلاف بھی استعمال کرنے کے لیے ان کے پاس ایک بہت بڑی طاقت موجود تھی اور ہو سکتا ہے کہ ہماری سزا و جزا کے لیے یہ خداوند زمین' طلسم ہوشربا کا یہ جادوگر افراسیاب' نا کامیاب اور امریکہ ایسے ایسے ہتھیار استعمال کرتا کہ ہمارے پاس جو کبھی لڑنے کے لیے شاید اتنی گنجائش نہیں ہوتی۔ لیکن اس سے بالا بھی میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ خدا جب اپنے دین کی مدد کرنا چاہتا ہے تو بعض اوقات ایک فاسق سے بھی کام لیتا ہے۔ یہ قول معتبر ہے اور صحیح ہے۔

یہودوہنود کا وقت آخر

یہود وہنود جیسے آپ دیکھ رہے ہیں' یہ بھی ایک پارٹی ہے' جو اللہ کے حکم سے اکٹھی تیار ہو رہی ہے اور ان کی تباہی بھی اکٹھی ہے۔ اللہ نے یہود پر تین دفعہ لعنت ڈال دی۔ نو بخت نصر کے زمانے میں' اس کے بعد اسے Cassidines نے تباہ کیا اور وہ بکھیر دیئے گئے۔ پہلی دفعہ اسماعیل نبی کی دعا سے اکٹھے ہوئے۔ دوسری مرتبہ یہ حضرت دانیال کی دعا سے اکٹھے ہوئے۔ اللہ نے کہا کہ تیسری مرتبہ میں تمہیں کوئی چانس نہیں دوں گا۔ یہودیوں نے اپنی تاریخ کا زیادہ تر وقت مسلمانوں کے علاقوں میں گزارا۔

انگریزی کا پہلا ناول Pamela ہے۔ اس میں یہودی ہیروئن باپ سے کہتی ہے کہ یورپ میں تو ہم کہیں بھی امن سے نہیں رہ سکتے۔ جہاں جاتے ہیں' ہمیں مار پڑتی ہے' تو ہم مراکش چلتے ہیں۔ مسلمان بادشاہوں کے زیر تسلط علاقہ ہے۔ وہ بڑے باانصاف لوگ ہیں۔ وہیں ہمیں امن ملے گا چنانچہ تمام تر تاریخ میں یہ کم بخت مسلمان بادشاہوں کے زیر اثر امن پاتے رہے۔ ورنہ ان کو سارے ہی مارتے رہے۔ جب سے برٹش نے ان کو ادھر آباد کیا' تو حقیقت میں سب اللہ کی مشیت کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں۔ یہ ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے۔

یہودیوں میں اب اصلی یہودی کوئی بھی نہیں۔ جیسے اصلی برطانوی کوئی نہیں جس قوم میں نسب صحیح نہ ہو' اس قوم میں نسلی تعصب بڑا ہوتا ہے۔ مثلاً برطانیہ کے آباد کار پہلے سیکسنز تھے۔ اینگلز نے ان پر چڑھائی کی۔ اب اینگلز نے بری طرح ان کو رگڑا کہ ان کی اصلی نسل ہی غائب ہوگئی۔ وارلارڈز کا ایک اصول تھا کہ ہر شادی کے قابل لڑکی شادی سے پہلے دو یا تین دن وارلارڈز کے ساتھ گزارے گی۔ اب بتایئے کہ پھر سیکسنز کی کیا نسل رہی تھی؟ اس پوری نسل کو گڈمڈ کر کے اینگلوسیکسنز کہا جانے لگا۔ وہ کچھ دیر چلی ہوگی کہ اوپر سے وائی کنگز نے حملہ کر دیا۔ وہ بھی دو ہی چیزوں کے رسیا تھے' چنانچہ برٹش کو دوبارہ اسی بحران سے گزرنا پڑا کہ ان کی اصلی نسل ہی غائب ہوگئی۔ جب وہ ہٹے' تو رومنز چڑھ کے اوپر آگئے۔ رومنز نے کچھ عرصہ غلبہ کیا اور ان کی نسل بگاڑ کر چلتے ہوئے۔ پھر فرنچ آئے' نارمنڈی کے نارمنز آئے۔ سو یہ اتنی بار پامال ہوئے کہ اب بمشکل ہی کسی برٹش کو اصل نسل کا کہہ سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے اپنے مورخین کہتے ہیں کہ برطانیہ کے سات

بادشاہ کم ازکم بے نسلے تھے۔

یہی حال یہود کا ہے۔ اگر آپ ان کی پوری تاریخ دیکھیں تو پوری تاریخ میں انہیں سزا ہی ملتی رہی۔ ان کو سزا یہ ملی کہ جوانوں کو قتل کر دو ویستحیون نساء کم (پ ۹' س الاعراف' آیت ۱۴۱) اور لڑکیاں زندہ چھوڑ دو۔ یہ انہیں اللہ کی طرف سے سزا مل رہی تھی۔ غلامی' بچوں کا قتل اور یہ اتنے بد بخت تھے کہ اسرائیل نے خدا سے عرض کی' یہ تیرے محبوب پیغمبر کی قوم ہے۔ تو ان کو کیوں قتل کرتا ہے؟ اللہ نے کہا' اسرائیل اٹھو! میرے فرشتوں کے ساتھ ہیکل سلیمانی میں آؤ۔ ہیکل سلیمانی میں اس نے کہا' دیکھئے یہ بد بخت کیا کر رہے ہیں؟ وہاں ایک بحث چھڑی تھی کہ اللہ کا بت کہاں بنایا جائے اور کیا بنایا جائے۔ یہوواہ بنایا جائے یا ایلیا بنایا جائے۔ یہ چاندی کا بنایا جائے یا سونے کا بنایا جائے تو اللہ نے کہا کہ انہوں نے میرے پاک استھانوں کو پلیدی سے ناپاک کیا ہے۔ میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔ دوسری مرتبہ پھر یہ برباد ہوئے۔ نو بخت نصر کے زمانے میں۔ اب یہ بکھرے ہوئے تھے تو اس سے قرآنی آیت خطرے میں پڑی ہوئی تھی۔ اللہ یہ کہتا ہے کہ جب بھی یہ جمع ہوں گے' یہ وہی حرکتیں کریں گے اور پھر ہم ان کو ماریں گے۔ اس دفعہ حتمی ہے۔

نبی کریمؐ کا ارشاد ہے' یہ بہت بڑی جنگ ہے۔ اس جنگ میں یہود پہلے فتح پائیں گے اور دوائی قربانی کو معطل کیا جائے گا۔ یہ مکہ تک دخول کریں گے' اس کے بعد یہ مدینہ کو بڑھیں گے اور مدینہ کی حضورؐ نے فرمایا' ملائکہ حفاظت فرمائیں گے۔ ان کا رخ پلٹایا جائے گا اور شام میں جا کر آخری جنگ ہوگی' جس میں یہود صاف ہو جائیں گے اور اس حد تک کہ کوئی بچہ' کوئی بوڑھا' کوئی عورت نہیں بچے گی۔ مکمل طور پر ان کا صفایا ہو جائے گا۔ رسولؐ نے فرمایا' سوائے غرقد کے درخت کے کیونکہ یہ یہود کا درخت ہے۔ یہ ان کا کچھ چھپا لے گا۔ ادھر ان کی اور ادھر ان کی تباہی مقدرات میں سے ہے۔

ضیاء الحق کی ایک بات مجھے بڑی پسند ہے۔ اس نے بھارت کو ایک پیغام دیا۔ جب جنگ کی باتیں ہو رہی تھیں کہ تو معصومیت کی باتیں کرتا ہے مگر پاکستان نہ رہا' تو بھی اسلام رہے گا کیونکہ ہم خالی مسلمان نہیں ہیں مگر اگر تم مر گئے' تو ساتھ سارا ہندو بھی رخصت ہو جائے گا۔ چنانچہ اب مقدر کا رخ ہندوؤں کی طرف بھی ہے اور یہودیوں کی طرف بھی۔ جب اللہ میاں ان سے کہتا

ہے کہ تم نے مجھ سے کون سا کاغذ لکھوالیا تھا کہ تم ساری یہ حرکتیں کرتے رہو گے اور میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟

چینی تہذیب کا رول

شروع کی جو روایت ہمارے ہاں چلتی آئی ہے' اس میں اسلام اور چینی تہذیب ایک ساتھ اٹھتے رہے۔ چین کی تہذیب میں جو سب سے بڑا شعوری فیصلہ ہے کہ وہ اپنے علاقے سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ مانچو' تانگ' منگ جتنی بھی سلطنتیں ہو گزری ہیں' ان میں جو ہم نے وصف دیکھا ہے کہ وہ کسی قیمت پر بھی اپنے پیغام اور سرحدوں کو آگے بڑھانے میں دلچسپی نہیں رکھتے بلکہ جب سوشلزم کا پرچار ہوا اور روس بزعم خود اپنے انقلاب کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے کے لیے آگے بڑھا تو اگرچہ چین نے اسی انقلاب کو قبول کیا اور لینن ازم سے ماؤ ازم جاری ہوا مگر اس کے باوجود انہوں نے اپنے اس پیغام کو کسی دوسرے علاقے میں پھیلانے کی کوشش نہیں کی۔ اس کا اپنا اختیار کردہ تہذیبی رویہ ہمیشہ مسلمانوں کے حق میں رہا۔ جب مسلمان بلند ہوئے تو اس کے ساتھ اس زمانے میں سب سے بڑی تہذیب جو پروان پائی' وہ چینی تھی۔ میری رائے میں جب سے مسلمانوں کو زوال آیا' چینی بھی زوال پذیر ہو گئے۔ اب دوبارہ یہ دونوں تہذیبیں ایک ساتھ بن رہی ہیں۔

مگر فکر کی صرف ایک بات ہے کہ مسلمان اور عیسائی لڑ جھگڑ کے فیصلہ مسلمان اپنے حق میں کرالیں گے۔ مگر چینی جس وقت یاجوج وماجوج بن کر نکلیں گے' تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کو روک نہیں سکے گی۔ کیونکہ یاجوج وماجوج کے فرانس کے میونسپلٹی ہال میں جو دو بت لگے ہوئے ہیں He Cog اور Me Cog کے نام سے' اس سے پتہ یہ لگتا ہے کہ یہ کوئی خارجی یا آسمانی نسلیں نہیں ہیں' بلکہ دنیاوی نسلیں ہیں۔ یہ حضرت نوح کے تیسرے بیٹے ہنو یافث کی اولاد ہیں۔ یافث سے آپ سمجھیں گے کہ یہ بالکل وہی چینی نسلیں ہیں۔ یہ تعداد میں اس قدر زیادہ ہیں کہ زمین کی ہر چیز چٹ کر جاتے ہیں۔ وہ تو پاکستان سے کتے بھی منگوا کر کھا بیٹھے ہیں۔ وہ بلی چھوڑتے ہیں نہ بندر نہ مینڈک۔ ہر وہ چیز جس کا نام سن کر ہمیں کراہت آتی ہے' ان کے معدے میں پہنچ چکی ہے۔ میرے خیال میں اس سے بہتر یاجوج وماجوج نہیں ہو سکتے۔

ظہور مہدی اور انڈیا

مہدی کے ظہور کا کوئی وقت نہیں ہے۔ مہدی ایک وقت کی ضرورت ہے۔ اس وقت جو سیناریو (Scenrio) بن رہے ہیں' یہ اتنا لمبا عرصہ نہیں چلیں گے۔ پہلی دفعہ مجھے حضورؐ کی حدیث سمجھ میں آئی کہ زمانے چھوٹے اور مختصر ہو گئے ہیں۔ جو باتیں پہلے سو سال میں ہوتی تھیں' وہ اب پانچ' سات سال میں ہونے لگی ہیں۔ واقعات خزاں کے پتوں کی طرح گر رہے ہیں۔ پہلے زمانے اور آج میں فرق ہے کہ اس دور میں واقعات برپا ہونے میں بڑا وقت لیتے تھے۔ ایک آج ہوا ہے تو دوسرا سات برس بعد اور تیسرا دس برس بعد ہوتا تھا۔ اس وقت ایسا نہیں ہے۔ اب ہر روز آپ کے لیے ایک بڑی خبر ہے۔ حالات زمانے کی گرفت سے نکل چکے ہیں۔ وہ وقت کو ڈکٹیٹ کر رہے ہیں' جس سے بڑی تبدیلیاں وقوع پذیر ہو رہی ہیں۔

میں انڈیا کو اپنا حریف نہیں سمجھتا۔ انڈیا ہمیشہ متعدد ریاستوں کا مجموعہ رہا ہے۔ برصغیر کی ریاستوں کے اجتماع میں صرف ایک ریاست جو طاقتور ترین ہے' وہ پاکستان ہے۔ انڈیا کا ریاستی نظام کمزور سے کمزور تر ہوتا جا رہا ہے۔ کیا ان کو جوڑنے والی قوت انڈین نیشنلزم اور ہندوازم ہے؟ جس لمحے بھی انڈیا ہندوازم کو تج کرے گا' سب سے پہلے ہندوؤں میں ہندو ہی اس کے خلاف ہو جائیں گے۔ اچھوت جو عدم مساوات پر قطعاً سودا بازی کے لیے تیار نہیں۔ اپنے مذہب کے اندر رہتے ہوئے بھی وہ اس کو برداشت نہیں کرتے۔ اس کے بعد سکھ اور تامل گروہ بھی ہیں۔

انڈیا میں چلنے والی تحریکیں مذہب کے اندر بھی ہیں اور اس سے باہر بھی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی علاقائی قوم پرستانہ تحریکیں اس کے علاوہ ہیں۔ مذہب کے اندر چلنے والی تحریکوں میں سے ایک تحریک اسلام بمقابلہ ہندوازم ہے۔ دوسری ہندو بمقابلہ ہندوازم ہے۔ ان تمام اختلافات کے ساتھ ان کو مذہب یا نیشنلزم اکٹھا نہیں کرتا' بلکہ کلچر اکٹھا کرتا ہے۔ انڈین ایک اور یکساں کلچر کی وجہ سے اکٹھے ہیں۔ وہ اپنے سیاستدانوں اور بلکہ اپنے ایکٹروں اور ایکٹرسوں کی وجہ سے یکجا ہیں۔ یہ بڑی دلچسپ چیز ہے۔ انڈین کی نفسیات میں موسیقی اور ڈانس کی روایات ان کی شناخت ہیں۔ ہندوستانی اتنا اندرا گاندھی پر فخر نہیں کرتے' جتنا کہ دلیپ کمار' ایشوریا رائے اور اس طرح کے دوسرے لوگوں پہ فخر کرتے ہیں۔ ان کی ہم آہنگی اور مفاہمت قومی جغرافیے کو نہیں' بلکہ ان کے

کلچر کو ثابت کر رہی ہے۔ آپ ان کے تمام ٹی وی اسٹیشن دیکھیں تو ان کی ہم آہنگی اور مفاہمت جغرافیائی حدوں پر بنتی نظر نہیں آتی بلکہ ایک کلچر میں ڈوبی نظر آتی ہے۔

جہاں تک انڈیا کی اسلحہ سازی کا تعلق ہے وہ ہم سے اتنی بھی ایڈوانس نہیں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ انڈیا خوف کے مارے اپنی ہر چیز کی پبلسٹی میں مبالغہ آرائی کرتا ہے۔ جبکہ تمہاری ہر دریافت خفیہ رکھی جاتی ہے۔ مگر ہندوستان اپنے چھوٹے سے چھوٹے ہنر کو بھی نمایاں کرتا ہے۔ وہ نمایاں اس لیے کرتا ہے کہ امریکہ اور دوسرے ممالک کے بقول انڈیا ان علاقوں میں ایک کلیدی رول ادا کرسکتا ہے۔ انڈیا چائنہ کے مقابلے میں کیسے رول ادا کرسکتا ہے؟ اگر ہم طاقت اور قوت کی بات کرتے ہیں تو پھر چین انڈیا سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس کے تو سادہ سے شماریاتی پیمانے ہیں۔

چین کا کلچر انتہائی بہتر حالت میں ہے۔ چینی بنیادی طور پر بدھ ازم کے پیروکار ہیں۔ عرصہ دراز سے آپ چین کی تاریخ میں زبردستی قبضہ اور توسیع پسندی کا ایک واقعہ بھی نہیں دیکھ سکتے۔ وہ توسیع پسند نہیں، روس البتہ ہے۔ ہم چین پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ وہ ایک ایسا سودمند ترقی پسند ملک ہے جس سے مشورہ لیا جا سکتا ہے یا مدد مانگی جا سکتی ہے۔ کافر ہونے کے باوجود روایتی طور پر وہ زبردستی قبضہ کے قائل نہیں ہیں۔ چین کے برعکس انڈیا میں اتنا لالچ، طمع اور گھٹیا پن ہے کہ اشوکا کی فلاسفی میں صرف برصغیر نہیں بلکہ ماوراء النہر تک زبردستی تسلط قائم کرنے کا ٹارگٹ دیا گیا ہے۔

اگر ایران کی تاریخ کو بغور دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ دو ہزار سالہ جشن ایران میں ایرانیوں نے کبھی بھی ہندوستان والوں کو اتنا طاقتور نہیں سمجھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ایرانیوں نے ہمیشہ ہندوستان پر حقیرانہ نظر ڈالی ہے۔ ان کا بھی اچھا ہو رہا ہے۔ اس کے بعد ان کا حق ہے۔ مشرق وسطیٰ کے کئی علاقے ان کے قریب ہیں۔ اگر جنگ ہوتی ہے تو ہم چین، ایران حتیٰ کہ ترکی پر بھی اعتماد کر سکتے ہیں۔ یہ سب مل کر ہندوستان کو بالکل فنا کر دیں گے اور اگر ایٹمی جنگ چھڑ گئی تو یہ بالکل نابود ہو جائیں گے۔

امریکہ اور مغرب کا کردار

دراصل امریکہ اور مغربی ملکوں کی نظر ہندوستان کی ایک بلین عوام کی مارکیٹ پر ہے۔

لیکن آپ امریکہ یا یورپین ممالک کو زیادہ عقل و ذہانت کا کریڈٹ نہیں دے سکتے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یہ کبھی بھی سمجھدار نہیں رہے۔

پہلی اور دوسری جنگ عظیم ہم نے تو نہیں شروع کی۔ ہم ان جنگوں کے ہرگز بانی نہیں ہیں۔ جو آپ بتا رہے ہیں' وہ صرف اور صرف ٹیکنالوجی ہے۔ اتفاقاً سو دو سال کے دورانیہ میں کچھ ممالک ترقی کی طرف گامزن تھے اور کچھ تنزلی کی جانب رواں رہے۔ ان کے زمانہ نشاط میں علم نہیں بڑھا' بلکہ ٹیکنالوجی نے نمو پائی ہے۔ بجلی کی ایجاد کے بعد تمام تر کامیابیوں کا سہرا صرف تکنیکی آلات کے سر جاتا ہے۔ آپ نے کچھ نہیں کیا۔ ان کے پاس ذرائع ہیں۔ ان کے گھر گھر ورکشاپس ہیں اور آپ کے ایک شہر میں بھی نہیں ہے' جہاں بیٹھ کر کوئی کام کرلیا جائے۔

ہم نے کہوٹہ اور دوسری جگہوں پر ورکشاپس کا آغاز کر دیا ہے۔ ہماری ترقی کا حجاب کم ہو گیا ہے۔ پہلے سو سال کا تھا' پھر پچاس سال کا رہ گیا ہے۔ ایٹم بم بننے کے بعد ہماری اور ان کی ترقی کے درمیان بُعد صرف پانچ سال کا رہ گیا ہے۔

پاکستان بمقابلہ ہندو اسرائیل

میرا شروع سے خیال یہ ہے کہ ہم پاکستانی ہی مذہبی اعتبار سے اس قابل ہیں کہ وہ ہندوؤں اور اسرائیل سے لڑیں گے۔ مذہبی اور ذہنی شرائط پر ہمارے علاوہ کوئی پورا نہیں اترتا۔ باقی لوگ ذہنی اعتبار سے اتنے Committed نہیں ہیں۔ اگر ذہنی اعتبار سے ہیں' تو دلی اعتبار سے کمیٹڈ نہیں ہیں۔ ہم اصولی طور پر دو بنیادی رویے رکھتے ہیں۔ یہ دونوں رویے اکٹھے کیے جائیں' تو اسلام بنتا ہے۔

پہلی بات خدا کو ترجیح اول قرار دینا اور اس پر کوئی مفاہمت نہ کرنا اور دوسرا پیغمبر سے محبت اور اس پر کسی قسم کی مصالحت سے انکار ہے۔ یہ دو رویے ہی مسلمان کے بنیادی اجزائے ترکیبی ہیں۔ جب میں پوری دنیا پر نظر دوڑاتا ہوں اور مشرق وسطیٰ اور مختلف خطوں میں آباد لوگوں کے اسلام اور ثقافتی اسلام کا جائزہ لیتا ہوں' تو مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ سے اتنی گہری محبت رکھنے والے نہیں ہیں۔ وہ مذہبی لوگ ہیں اور بہت مذہبی لوگ ہیں۔ لیکن مذہب ان کا تعصب ہے' پسند اور محبت نہیں ہے۔

اس کے برعکس برصغیر کے لوگوں میں تمام مذہب اولیاء اللہ کے ذریعے آیا ہے۔ انہوں نے اس کی بنیاد محبت پر رکھی ہے۔ چاہے وہ چشتی تھے قادری یا شیخ ہجویری۔ انہوں نے مذہب کی بنیاد خلوص اور محبت پر رکھی ہے۔ پھر انہوں نے لوگوں کو طریقہ سکھایا۔ ایسے مذہب صرف طریقہ ہی سکھاتے ہیں اور اس پر انحصار کرتے ہیں۔ چنانچہ میرا یہ پکا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم انڈیا کے خلاف لڑیں گے اور اسرائیل کے خلاف لڑیں گے۔ یہ دو پاکستانیوں کی جنگیں ہیں۔ اس حدیث میں بعینہٖ یہی بات کہی گئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا مسلمان جب ہند کی جنگ سے فارغ ہوں گے تو وہ مہدی کو شامل ہوں گے جو اسرائیل کی جنگ کے لیے تیار ہوں گے۔ یہ اس وجہ سے ہوگا کہ مسلمان ایک دو تین دفعہ شکست کھا چکے ہوں گے۔ فتح پاکستانی مسلمانوں کی ہوگی کہ وہ جائیں گے اور مہدی کو مدد فراہم کریں گے۔

غزوہ ہند کی حدیث

میں نے بہت تلاش کی، مجھے غزوہ ہند والی حدیث کی سند نہیں ملی۔ میری خواہش تھی کہ میں اس کی روشنی میں کچھ نہ کچھ آپ کو اطلاع بہم پہنچا سکوں، مگر بے پناہ کوشش کے باوجود غزوہ ہند کی کوئی سند نہ ڈاکٹر جلیل صاحب نے نکال کے دی نہ میرے پاس موجود تھی۔ مگر وہ حدیث، جو میں نے آپ کو نقل کی کہ مجھے ہند سے خوشبو آتی ہے، اس کی ہمیں کہیں نہ کہیں سے سند مل گئی ہے۔ میں ہندوستان کو اپنا حریف نہیں سمجھا اور ہندوستان کبھی بھی ہمارا حریف نہیں ہوگا۔ پاکستان کچھ عرصہ گزارنے کے بعد اگر اس کا کوئی کام باقی ہے، تو مغربی یلغار کے سامنے آئندہ تین سے پانچ برسوں میں پاکستان ایک سپر پاور بن کر کھڑا ہوگا اور اللہ کی عنایت اور مدد سے تمام مسلم سرمایہ پاکستان کو سپورٹ کرے گا۔

پاکستان کی مہارت، اس کا اسلحہ، اس کے رنگ روپ مسلمان ملکوں میں جائیں گے۔ اس توہین کے بعد، جو مسلمان ممالک کو ابھی یورپی ممالک سے ہوئی ہے، مسلم دنیا کی حمایت اور امداد کا بہاؤ پاکستان کی طرف ہوگا۔ کیونکہ ہمارے پاس وہ سب کچھ ہے، جس سے ہم عرب ملکوں کو تحفظ بھی دے سکتے ہیں، اسلحہ بھی دے سکتے ہیں اور کلچر بھی دے سکتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز پاکستان آئندہ آنے والے مشکل وقت میں مسلم امہ کی قیادت کرے گا۔

پاکستان اور بنگلہ دیش

مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا تعلق اسلام سے نہیں' بلکہ اس کی جغرافیائی ضرورت تھی۔ جس قسم کی غلط فہمیاں دونوں مسلمان بھائیوں میں پیدا ہو رہی تھیں' وہ اتنی بڑھ گئی تھیں کہ شاید ان کا اکٹھا رہنا اسلام کے مفاد میں نہ ہوتا۔ پروردگار نے ان کو ضرور جدا کیا' مگر میرا ایک اور بھی یقین ہے کہ آنے والے سات سے دس برسوں میں ان کا اشتراک عمل دوبارہ وجود میں آ جائے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ العزیز کوئی صورت کنفیڈریشن کی نکل آئے گی۔ میرا نہیں خیال کہ انڈیا نے بنگلہ دیش سے وہ فوائد حاصل کر لیے ہوں' جو وہ چاہتا تھا۔ پاکستان توڑنا ایک بات ہے' مگر بنگلہ دیش سے وہ فوائد حاصل نہیں کر سکا' جو اصل میں بنیے کی نیت تھی۔ ایک جنگ کے نتیجے میں ہم جدا ہوئے ہیں' دوسری جنگ کے نتیجے میں اکٹھے ہو جائیں گے۔